ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
40
www.tanzeem.org
مسلسل اشاعت کا
33واں سال
تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام
تنظیم اسلامی کا ترجمان
11 تا 17 ربیع الثانی 1446ھ/15 تا 21 اکتوبر 2024ء

دینی ہیئتِ اجتماعیہ کے خلاف

شیطان کے ہتھکنڈے

دینی مقاصد اور بالخصوص اقامت دین کے لیے جو بھی ہیئتِ اجتماعیہ وجود میں آتی ہے وہ یقیناً شیطان کی دشمنی کے لیے اور اُسے للکارنے کے لیے ہی وجود میں آتی ہے' لہٰذا شیطان کے حملے کا سب سے بڑا نشانہ اور ہدف بھی وہ اجتماعیت ہی بنتی ہے۔ اس پہلو سے غور کیا جائے تو شیطان کے حملہ آور ہونے کے مختلف راستے ہیں۔

اوّلاً اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس ہیئتِ اجتماعیہ میں شریک ہر فرد کے دل میں وسوسہ اندازی کرے اور اس کے نفسانی داعیات اور محرکات کو مشتعل کرے۔ یہ کوشش تو شیطان ہر فردِ نوعِ بشر کے لیے کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے اشخاص کے لیے جو کسی ایسی اجتماعیت میں شریک ہوں جو شیطان کو للکارنے کے لیے وجود میں آئی ہو' اس کی یہ کوششیں دوچند ہو جاتی ہیں۔

پھر اس سے آگے بڑھ کر وہ ان لوگوں کے باہمی رشتے کو کمزور کرنے' ان کی جمعیت میں رخنے ڈالنے' ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنے اور ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں کدورت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے' تاکہ یہ بنیانِ مرصوص نہ بن سکیں' ان کے مابین ایک دوسرے کے خلاف غلط فہمیاں پیدا ہوں اور ایک دوسرے سے بغض اور عداوت پیدا ہو جائے۔

تیسری کوشش اس کی خاص طور پر یہ ہوتی ہے کہ اس اجتماعیت کے نظم کو بگاڑے اور اس نظم میں امیر اور مامورین کے مابین جو ربط و تعلق ہے' اسے خراب کرے۔ اصل میں تو امیر اور مامورین کے مابین یہ تعلق ہی ہے جو کسی نظم کے مؤثر ہونے میں سب سے زیادہ مفید ہے اور یہی چیز فیصلہ کن بھی ہے۔ شیطان کا تیسرا حملہ اس تعلق کو کمزور کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

حزبُ اللہ کے اوصاف
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 374 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 42900 سے زائد، جن میں بچے: 17500،
عورتیں: 13300 (تقریباً)۔ زخمی: 97200 سے زائد

اس شمارے میں

قرض کی مے پر بھنگڑے
مصائب اور مشکلات میں تلاوت، نماز اور ذکر کی اہمیت
ابلیس کی مجلس شوریٰ (11)
احتجاجی سیاست: فوائد اور نقصان
ایک اور 7 اکتوبر......
صحبتِ صالح تیرا صالح کند

اللہ تعالیٰ دلوں کے حال سے واقف ہے اور وہی معبودِ حقیقی ہے

سُورۃُ القَصَص | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 69، 70

وَ رَبُّکَ یَعۡلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوۡرُہُمۡ وَ مَا یُعۡلِنُوۡنَ ﴿۶۹﴾ وَ ہُوَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ
لَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاُوۡلٰی وَ الۡاٰخِرَۃِ ۫ وَ لَہُ الۡحُکۡمُ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۷۰﴾

آیت ۶۹: ﴿وَ رَبُّکَ یَعۡلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوۡرُہُمۡ وَ مَا یُعۡلِنُوۡنَ ﴿۶۹﴾﴾ ’’اور آپؐ کا رب خوب جانتا ہے، جو کچھ چھپاتے ہیں ان کے سینے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔‘‘

مثلاً ان کے دل قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی حقّانیت کی گواہی دیتے ہیں مگر وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس گواہی کو چھپائے ہوئے ہیں اور دوسری طرف اپنے جن نام نہاد اعتراضات کو وہ ظاہر کر رہے ہیں ان پر انہیں خود بھی اعتماد نہیں۔ مثلاً یہ کہ اگر یہ نبی ہیں تو انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح معجزات کیوں نہیں دیے گئے؟

آیت ۷۰: ﴿وَ ہُوَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ﴾ ’’اور وہی ہے اللہ، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔‘‘

﴿لَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاُوۡلٰی وَ الۡاٰخِرَۃِ ۫﴾ ’’اُسی کے لیے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی‘‘

یہاں آخرت کے مقابلے میں ’’اُولیٰ‘‘ دنیا کے لیے آیا ہے‘ کیونکہ آخرت کی زندگی کے مقابلے میں ہماری پہلی زندگی یہی دُنیوی زندگی ہے۔

﴿وَ لَہُ الۡحُکۡمُ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۷۰﴾﴾ ’’اور اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

حکم دینے کا اختیار اُسی کو حاصل ہے اور کائنات پر اصل حاکمیت اُسی کی ہے۔ وہ جو حکم چاہے دے‘ جس چیز کو چاہے حلال قرار دے اور جس کو چاہے حرام ٹھہرائے۔

درس حدیث

بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عَمۡرِو بۡنِ الۡعَاصِ رضی اللہ عنہما قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوۡلُ: ((اِنَّ قُلُوۡبَ بَنِیۡ آدَمَ کُلَّھَا بَیۡنَ اِصۡبَعَیۡنِ مِنۡ أَصَابِعِ الرَّحۡمٰنِ کَقَلۡبٍ وَاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیۡفَ یَشَاءُ، ثُمَّ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ : اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الۡقُلُوۡبِ صَرِّفۡ قُلُوۡبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ)) (رواہ مسلم)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ’’بنی آدم کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے وہ سب ایک ہی دل ہو اور وہ جیسے چاہتا ہے ان کو پلٹتا رہتا ہے۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: ((اَللّٰھُمَّ مُصَرِّفَ الۡقُلُوۡبِ صَرِّفۡ قُلُوۡبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ)) ’’اے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیرے رکھے۔‘‘

تشریح: اس حدیث میں یہ سبق پنہاں ہے کہ لوگوں کے دل اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ اگر دل میں حق کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ نیکی کی طرف موڑ دیتا ہے۔ اگر دل میں حق کی طلب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ہمارے دل گناہ کی طرف مائل رہنے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو نیکی کی طرف موڑ کر زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق دے۔ آمین!

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان ٗ نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

11 تا 17 ربیع الثانی 1446ھ جلد 33
15 تا 21 اکتوبر 2024ء شمارہ 40

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: خورشید انجم

مجلس ادارت: ● رضاء الحق ● فریداللہ مروت ● وسیم احمد باجوہ ● محمد رفیق چودھری

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد ٗ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ٗ ریلوے روڈ ٗ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

’’دارالاسلام‘‘ ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن ٗ لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ ٗ کینیڈا ٗ آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا ٗ یورپ ٗ ایشیا ٗ افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ ٗ منی آرڈر یا پے آرڈر
’’مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن‘‘ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
خورشید انجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرض کی مے پر بھنگڑے

’’پاکستان بالآخر آئی ایم ایف سے قرضہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔‘‘ یہ وہ خبر ہے جس پر حکومت اور اسٹیبلشمنٹ بھنگڑے ڈال رہے ہیں کیونکہ ایک ارب کی پہلی قسط وصول ہو چکی ہے۔ سودی قرض میں ملنے والی اس مے کا بہت بڑا حصہ پہلے حاصل کئے گئے سود کی ادائیگی میں استعمال ہوگا جبکہ اصل زر جوں کا توں واجب الادا رہے گا۔ گزشتہ کئی دہائیوں سے پاکستان کے حکمران متواتر اسی طرز پر معیشت کو چلاتے آ رہے ہیں۔ آئی ایم ایف سے قرضے کے حصول کے لیے موجودہ حکومت کو کتنے پاپڑ بیلنے پڑے ہیں، اس کا صحیح اندازہ یقیناً قارئین کو ہوگا۔ حکومت کو ایسے کئی کام کرنا پڑے جنہوں نے پہلے سے پسے ہوئے عوام کو مزید پہاڑ تلے دبا دیا جیسے بجلی، گیس کی قیمت میں اضافہ، زراعت اور تعمیرات پر ٹیکس بڑھانا، کوئی نئی ٹیکس چھوٹ نہ دینا، تنخواہوں اور پنشن میں کمی کرنا، اداروں کی نجکاری وغیرہ۔ پھر یہ کہ آئی ایم ایف کو گویا ملکی داخلی معاملات پر بھی مالک و مختار بنا دیا گیا ہے۔ وفاق کی سطح پر ہو یا صوبوں کی، آئی ایم ایف کو بروقت مستند ڈیٹا فراہم کیا جائے گا، پروگرام میں رہتے ہوئے پاکستان انٹرنیشنل ادائیگیاں نہیں روکے گا۔ محصولات بڑھانے کے لیے سیلز ٹیکس اور کسٹم ڈیوٹی میں اضافہ کیا جائے گا، ایف بی آر نقد کی صورت میں ریفنڈ کی ادائیگیاں کرنے سے گریز کرے گا، آئی ایم ایف بنفس نفیس سرکاری اداروں کی مانیٹرنگ کرے گا، پاکستان کی نیشنل اکاؤنٹس کمیٹی کی سہ ماہی رپورٹ آئی ایم ایف کو منظوری کے لیے دی جائے گی۔ گویا پاکستان نے ایک دوسری ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کو قبول کرلیا ہے۔

آئی ایم ایف کے ساتھ صرف اگر گزشتہ چھ سال کے معاملات کا جائزہ لیں تو سوائے ہزیمتوں کے ہمیں اپنے لئے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ یقیناً اِس وقت کی حکومت اور آج کی اپوزیشن جو اُس وقت حکومت میں تھی سب اس میں شامل رہے ہیں۔ پسِ پردہ مطالبات اس کے علاوہ ہوں گے اور اُن کے زہریلے اثرات وقت کے ساتھ ہی ظاہر ہوں گے البتہ نظامِ تعلیم اور نصابِ تعلیم میں تبدیلیوں کی ہوائیں ابھی سے شروع ہوتی محسوس ہو رہی ہیں۔ الغرض ماضی اور حال کا ہر حکمران کشکول اُٹھا کر ایڑیاں رگڑتے ہوئے آئی ایم ایف کی چوکھٹ پر سجدہ ریز رہا ہے۔

آئی ایم ایف وہ بین الاقوامی مالیاتی ادارہ ہے جو دوسری جنگ عظیم کے دوران 1944ء میں برٹن ووڈ کانفرنس کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ امریکہ برطانیہ اور سوویت یونین سمیت 44 ممالک نے کانفرنس میں شرکت کی اور طے پایا کہ عالمی معاشی بحران کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک مستحکم ایکسچینج ریٹ نظام کو اپنایا جائے گا اور جنگ سے متاثرہ ممالک کی معیشت کی بحالی کے لیے معاشی امداد دی جائے گی۔ آج آئی ایم ایف کے رکن ممالک کی تعداد 190 ہے اور اس کے پاس ایک ہزار ارب ڈالرز کا مالیاتی فنڈ موجود ہے۔ ہر رکن ملک اپنی مالی سبسکرپشن کے بدلے سودی قرض لینے کے حقوق حاصل کرتا ہے۔ کسی بھی ملک کو قرض دینے سے پہلے آئی ایم ایف تین اہم کام کرتا ہے۔ اول: معاشی و مالی معاملات کی ٹریکنگ، یعنی یہ دیکھنا کہ ایک

ملک کی معاشی کارکردگی کیسی ہے اور اُسے کِن کِن خطرات کا سامنا ہے۔ دوم: رکن ممالک کی معیشت کا جائزہ لینے کے بعد اُسے معیشت کو بہتر بنانے کی تجاویز دی جاتی ہیں۔ سوم: مالی مشکلات کے شکار رکن ممالک کو مختلف شرائط پر قلیل مدتی اور طویل مدتی قرضوں کی فراہمی کی جاتی ہے۔ البتہ ان خوشنما نعروں کے پیچھے دجل کا ایک پورا کارخانہ مصروف ہے۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آئی ایم ایف، ایسے ممالک کو جو پہلے ہی سودی قرض کے بوجھ تلے بُری طرح دبے ہوتے ہیں اور یہ بات تقریباً طے شدہ ہے کہ وہ کبھی اس قرض کو ادا نہیں کر سکیں گے، اُن کو مزید قرض کیوں دیا جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب معروف معیشت دان اور آئی ایم ایف کے سابق اعلیٰ عہدیدار جان پرکنز نے اپنی کتاب "Confession of an Economic Hitman" میں دیا ہے کہ آئی ایم ایف سرمایہ دارانہ نظام کا وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ ترقی پذیر ممالک کو مقروض بلکہ غلام بنایا جاتا ہے۔ ہماری پون صدی کی تاریخ بھی معاشی اعتبار سے اس غلامی کی کہانی سناتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آئی ایم ایف مغربی تہذیب اور تمدن کو پوری دنیا پر مسلط کرنے بلکہ اُسے اپنا غلام بنانے کے ابلیسی پیکیج کا اہم حصہ ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ کسی ملک کی معیشت کا اُس کی سیاست اور معاشرت کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اگر معیشت کمزور ہے تو اس کے اثرات ملک کے سیاسی حالات پر بھی پڑیں گے۔ پاکستان ایک عرصہ سے معاشی بدحالی اور سیاسی انتشار وافتراق کا شکار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احتجاج اور دھرنے ہر جمہوری ملک میں دیکھنے میں آتے ہیں اور خود ہمارے آئین میں اس کی اجازت موجود ہے۔ لیکن یہ بھی دیکھا جائے کہ پہلے سے تباہ حال ملک کو مزید انتشار میں مبتلا کرنے سے فائدہ کس کا ہوگا۔ شنگھائی تعاون تنظیم کے سربراہی اجلاس کے موقع پر داخلی اتحاد کا بھرپور مظاہرہ کیا جانا چاہیے۔ پھر یہ کہ حکومت اور ریاستی اداروں کو بھی اپنی طاقت کا ناجائز استعمال کرنے اور عوام کے بنیادی حقوق کو پامال کرنے سے ہر حال میں گریز کرنا چاہیے تاکہ امن وامان اور بھائی چارے کی فضا قائم ہو اور ملک سیاسی ومعاشی ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ہمیں ایک ایسے مردِ قلندر کی ضرورت ہے جو ہرچہ بادا باد کا نعرہ لگا کر میدان میں اُترے اور تمام ملکی اور غیر ملکی سود کی ادائیگی یہ کہہ کر بند کر دے کہ ہمارا دین، ہماری شریعت سودی لین دین کی اجازت نہیں دیتے۔ لہٰذا ہم حال یا ماضی کا کوئی سود ادا نہیں کریں گے۔ البتہ اصل زر واپس کرنے کے ہم پابند ہیں۔ یاد رہے کہ امریکہ نے ایف 16 طیاروں کی پوری رقم پاکستان سے ایڈوانس وصول کر کے ہمیں طیارے دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ پریسلر ترمیم اب ہمیں پاکستان کو طیارے دینے میں رکاوٹ ہے تو ہم کیوں نہیں کہہ سکتے کہ ہماری شرعی عدالت نے سود کو حرام مطلق قرار دیا ہے لہٰذا ہم سود ادا نہیں کریں گے۔ پھر حکمران اور عوام ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں خواہ پیٹ پر پتھر ہی کیوں نہ باندھنے پڑیں۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ جاری رکھ کر پوری دنیا کو بھی اگر اپنا حمایتی ہی کیوں نہ بنا لیا جائے، معیشت کو بہتر نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس سے ملکی حالات درست ہو سکتے ہیں بلکہ بتدریج ہم غلامی میں ہی دھنستے چلے جائیں گے۔ دشمن نے عراق، لیبیا اور کئی ممالک پر جنگ مسلط کر کے اُن کو تباہ کر دیا۔ پاکستان ایٹمی ملک ہے، اس پر جنگ تو مسلط نہیں کی جا سکتی لیکن اس کو معاشی ہتھکنڈوں کے ذریعے اس سطح پر پہنچا دیا گیا ہے کہ ہم ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ مگر ہمارے اربابِ اختیار کو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ۔

یہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

اس غلامی اور معاشی بحران سے نکلنے کا واحد حل یہی ہے کہ سودی نظام کو ختم کیا جائے، عدالتی فیصلے بھی آ چکے ہیں لیکن بدقسمتی سے نہ تو ہمارے حکمران اور نہ ہی اسٹیبلشمنٹ سود کو ختم کرنے میں سنجیدہ ہے۔ حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس معاملے میں اپوزیشن بھی اُن کے ساتھ ایک پیج پر ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم پر یہ تباہی آئی ایم ایف کی وجہ سے آ رہی ہے، سب اُس سے اُمید لگائے بیٹھے ہیں کہ۔

تم ہی نے درد دیا ہے، تم ہی دوا دینا!

پاکستان کی معیشت بے شک اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہوئے چل رہی ہے۔ یہ بات حکمرانوں کو نجانے کب سمجھ آئے گی کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہوئے وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چند ارب ڈالروں کے حصول پر جو خوشیاں منائی جا رہی ہیں یہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اُس کو ڈھیل دیتا رہتا ہے، حتیٰ کہ وہ خود اُس مقام پر جا پہنچتا ہے جہاں سے اُس کا بچاؤ ممکن ہی نہیں ہوتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان ہی نہیں دنیا بھر میں معیشت کی بربادی کا اصل ذمہ دار سودی نظام ہے۔

اب غلامی کا قلادہ صرف اس صورت میں اُتار پھینکا جا سکتا ہے کہ ہم شریعت محمدی ﷺ پر سختی سے عمل کرتے ہوئے سودی معیشت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مصائب اور مشکلات میں تلاوت، نماز اور ذکر کی اہمیت

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 04 اکتوبر 2024ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج اُمت مسلمہ پر ہر طرف مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، چاہے فلسطین ہو یا کشمیر، بھارت ہو یا میانمار اور سنکیانگ، ہر جگہ مسلمان زیر عتاب ہیں۔ غزہ میں ایک سال سے مسلمانوں پر صیہونی جو مظالم ڈھا رہے ہیں انہوں نے تو گویا پوری انسانی تاریخ کے مظالم کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اب صیہونی ریاست ان مظالم میں مزید آگے بڑھتے ہوئے لبنان اور یمن میں بھی مسلمانوں کا خون بہا رہی ہے۔ اسی طرح موجودہ دور میں جو مسلمان دین کے داعی کا کام کرنے والے ہیں یا تحریکی زندگی گزارنے والے ہیں، ان پر بھی ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ قرآن میں ایسے حالات میں مسلمانوں کے لیے کیا رہنمائی ہے، آج کا موضوع اسی حوالے سے ہے۔

چنانچہ ایسے حالات میں قرآن میں پہلی رہنمائی یہ آتی ہے:

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ﴾ (العنکبوت: 45) ''تلاوت کرتے رہا کریں اُس کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف کتاب میں سے اور نماز قائم کریں!''

سورۃ العنکبوت مکی دور کے پانچویں برس میں نازل ہوئی اور یہ وہ دور تھا جب مکہ میں مسلمان کفار اور مشرکین کے ہاتھوں سخت مصائب اور تکالیف اُٹھا رہے تھے۔ جو لوگ بھی ایمان لے آئے تھے ان کی زندگی اجیرن بنا دی گئی تھی۔ اسی دور میں حضرت یاسر اور سمیہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سخت اذیتوں کے باعث ہوئی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت گرمی میں تپتی ریت پر لٹا کر اور سینے پر بھاری پتھر رکھ کر انہیں ایمان لانے کی سزا دی جاتی تھی۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ سمیت تمام مسلمان کفار و مشرکین کی جانب سے سخت تکالیف اُٹھا رہے تھے۔ ان حالات میں سورۃ العنکبوت اور سورۃ الکہف جیسی سورتیں نازل ہوئیں۔ یہ بہت ہی قیمتی مقامات ہیں۔ انہی میں سے ایک آیت ہے جس کا اس وقت یاددہانی کے طور پر تذکرہ کرنا مقصود ہے ارشاد ہوا:

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ﴾ (العنکبوت: 45) ''تلاوت کرتے رہا کریں اُس کی جو وحی کی گئی ہے آپ کی طرف کتاب میں سے اور نماز قائم کریں!''

یہاں خطاب تو حضور ﷺ سے ہے لیکن اس میں اُمت کے لیے بھی تعلیم ہے۔ آپ مسلمان ہونے کی وجہ سے تکالیف اُٹھا رہے ہیں، اللہ کے دین کی خاطر مصائب برداشت کر رہے ہیں تو ان حالات میں پہلا کام بھی یہی ہونا چاہیے کہ جو اللہ کی طرف سے ہدایت نازل ہوئی ہے اس کو پڑھا، سنا اور سمجھا جائے۔ یعنی قرآن سے جڑا جائے اور اس کے بعد نماز اللہ کی طرف رجوع کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اس میں بھی قرآن کی ہی تلاوت کی جاتی ہے۔ مشکل حالات میں یہی دو کام اہل ایمان کے لیے سب سے بڑھ کر ضروری ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا۔ قرآن کی تلاوت ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ بھی بنتی ہے، سابقہ اقوام

مرتب: ابو ابراہیم

کے معرکہ ہائے حق و باطل کا ذکر بھی آتا ہے، انذار اور بشارت کے پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ سورۃ الانفال میں فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲﴾ ''حقیقی مؤمن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب انہیں اُس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں۔''

تلاوت قرآن سے ایمان اور اللہ پر توکل میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایمان والوں کو ترغیب وتشویق ملتی ہے، جنت اور اللہ سے ملاقات کا ذوق وشوق بڑھتا ہے۔ اس کے نتیجے میں مصائب اور مشکلات کو برداشت کرنا آسان ہوتا ہے۔ کفار و مشرکین کے پاس جدید ٹیکنالوجی ہے، نت نئے ہتھکنڈے اور حربے ہیں مگر جو جذبہ، استقامت، صبر، ہدایت اور رہنمائی قرآن سے مل سکتی ہے وہاں باقی تمام ذرائع مات کھا جاتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ کئی مرتبہ بے سروسامان اہل ایمان کفار و مشرکین کے کثیر لشکر پر غالب آ گئے۔ اسی وجہ سے سورہ یونس میں فرمایا:

﴿هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸﴾ (یونس)

''وہ کہیں بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

جو کچھ بھی دنیا والے دنیا میں مال واسباب جمع کر رہے ہیں ان سب سے بہتر اور بڑی دولت قرآن ہے۔ یہ کلام قدر کی رات میں نازل ہوا اور یہ قوموں کی تقدیر بدل دینے والا کلام ہے۔ ہدایت کی طلب سے جو بھی اس کلام کی تلاوت کرے گا وہ عزم واستقامت کا ایسا پہاڑ بن جائے گا کہ اس کے لیے کفر کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا، باطل کا خوف دل سے نکل جائے گا اور اللہ کا بندہ اللہ کے دین کے لیے اپنی جان کو نچھاور کر دینا باعث سعادت اور کامرانی سمجھے گا۔

اب بظاہر تو یہ باتیں سن کر اور پڑھ کر دل کو بہت اچھی لگتی ہیں لیکن کیا واقعی ہمارا معاملہ قرآن کے ساتھ ایسا ہے؟ کیا واقعی ہمارے دلوں میں یہ یقین ہے کہ یہ کتاب قوموں کی تقدیر بدل دینے والی ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ غزہ میں اپنے مکانات کے ملبے کے ڈھیر پر بیٹھے بچے قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ ان کے دل سے آواز آ رہی ہے۔ یعنی قرآن ان کے دل کی آواز بن چکا ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک زخمی فلسطینی بچے کی ٹانگ کا آپریشن کرنے کے لیے ڈاکٹر کے پاس بے ہوشی کی دوائی نہیں ہے، بچہ کہتا ہے میں قرآن کی تلاوت کرتا ہوں آپ میری ٹانگ کاٹ دیجیے۔ کیا ایسا عزم ویقین ہمارے دلوں میں بھی ہے؟ صحیح مسلم کی روایت ہے: (القرآن حجة لک او علیک) اللہ کے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کل روز قیامت یہی قرآن یا تو تمہارے حق میں گواہی دے گا یا پھر تمہارے خلاف حجت ہو گا۔ آج اللہ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر ہم اس سے ہدایت اور رہنمائی نہیں لے رہے تو کل روز قیامت یہی

قرآن ہمارے خلاف گواہ بن جائے گا۔ دوسری طرف یہی قرآن مظلوم فلسطینی مسلمانوں کے حق میں سفارش کرے گا کہ یارب! مشکل سے مشکل حالات میں بھی انہوں نے مجھے تھامے رکھا اور مجھ سے منہ نہیں موڑا۔ آگے فرمایا:

﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط﴾ (العنکبوت:45) ''اور نماز قائم کریں!''

نماز اللہ کی مدد کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب مسلمانوں کو باطل کی طرف سے سخت اذیتیں دی جارہی تھیں۔ ایسے مشکل حالات میں نماز کے ذریعے اللہ سے لولگانے سے مومنین کو روحانی قوت ملے گی۔ وہ باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کرسکیں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط﴾ (البقرہ:153) ''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو۔''

گزشتہ دنوں کراچی میں ڈاکٹر ذاکر نائیک سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ ہم نے ایک عام مسلمان کو توجہ دلانی ہے کہ وہ قرآن کو سمجھ کر پڑھے، یعنی قرآن کے مفاہیم کو سمجھنے کی کوشش کرے اور موجودہ حالات میں اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ دوسرا انہوں نے فرمایا کہ دین کا کام کرنے والوں کو تہجد کی نماز کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے اور سجدوں میں دعاؤں کو بڑھانا چاہیے۔ یہی نصیحت بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی فرمایا کرتے تھے اور اصل میں تو یہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ آپ ﷺ راتوں میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ یااللہ! عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔ اسی طرح تحریکی زندگی گزارنے والوں کو بھی تہجد اور دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے، اللہ سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ مدد مانگنی چاہیے۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ رات کے آخری پہر اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کہتا ہے کوئی ہے سوال کرنے والا، جسے میں عطا کردوں؟ کوئی ہے بخشش چاہنے والا، جسے میں بخش دوں؟

اسی طرح نماز کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ جیسے سورہ طٰہٰ میں فرمایا:

﴿فَاعْبُدْنِیْ لا وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ ۝﴾ ''پس تم میری ہی بندگی کرو اور نماز قائم رکھو میری یاد کے لیے۔''

انسان غافل ہو جاتا ہے اور غفلت کا علاج یاددہانی ہے۔ نماز کی صورت میں ہر چند گھنٹوں بعد یاددہانی کا موقع ملتا ہے۔ پکار لگتی ہے:

((حی علی الفلاح)) ''آجاؤ کامیابی کی طرف۔''

اور جب جا کر نماز میں بندہ کھڑا ہوتا ہے تو اقرار کرتا ہے:

﴿مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝﴾ ''اللہ بدلے کے دن کا مالک ہے۔''

اس سے دل میں اللہ کے سامنے پیش ہونے کا احساس تازہ ہوتا ہے۔ پھر وہ عہد کو تازہ کرتا ہے:

﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝﴾ ''اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

نماز کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ اقرار اور یاددہانی ہے۔ پھر یہ اللہ کی مدد کے حصول، بخشش اور نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: (فجر اور عشاء کی نماز کے لیے) اندھیری رات میں چل کر جو اللہ کے گھر کی طرف آرہے ہیں کل روز قیامت اللہ انہیں نور عطا فرمائے گا جبکہ منافقین کو کہہ دیا جائے گا: ﴿قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ط﴾ (الحدید:13) ''کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے کی طرف اور تلاش کرو نور!''

حقیقت میں یہ ان کے لیے ایک طنز ہوگا کیونکہ وہاں سے واپسی کا کوئی امکان نہیں ہوگا۔ لہٰذا پل صراط کے لیے نور ہم نے اسی دنیا میں تلاش کرنا ہے اور وہ نور ہمیں نمازوں کی جماعت کے ساتھ ادائیگی سے ہی مل پائے گا۔ آج ہم اپنی نمازوں کا جائزہ لیں۔ اول تو پانچ نمازیں جو فرض ہیں، کیا وہ باقاعدگی سے ہم ادا کر رہے ہیں؟ تہجد کی نماز تو جس کو اللہ توفیق دے گا وہی پڑھے گا، پانچ فرض نمازوں میں بھی ہماری مسجد کی صفیں خالی ہوتی ہیں۔ پھر ہم روتے ہیں کہ آج اُمت کا کوئی پُرسان حال نہیں ہے، ظلم ہے، باطل کا غلبہ ہے وغیرہ۔ جو اُمت فرض نمازوں کے لیے کھڑے ہونے کو تیار نہیں ہے، اس کے لیے اللہ کی مدد کیسے آئے گی؟ اگر ہم اللہ کے ساتھ ہی مخلص نہیں ہیں تو باقی کس کے ساتھ مخلص ہوں گے؟ دعوت کا کام کرنا، اللہ کے دین کے غلبے کے لیے کھڑا ہونا اور پھر اس راہ میں مشقتیں برداشت کرنا تو بہت بعد کی بات ہے۔ نماز کے لیے کھڑے ہوں گے تو اللہ کی مدد بھی آئے گی اور پھر اللہ کے دین کے راستے میں مشقتیں اور مصائب جھیلنے کا حوصلہ بھی پیدا ہوگا اور باطل کے خلاف کھڑے ہونے کا عزم بھی پیدا ہوگا۔ غزہ میں جب مساجد بھی شہید ہوگئیں اور رمضان آیا تو سوال پیدا ہوا کہ اب ہم اعتکاف کہاں کریں گے؟ اعتکاف تو جامع مساجد میں ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے کھلے آسمان تلے بھی اعتکاف کا اہتمام کیا۔ ہمارے ہاں تو فرض نمازوں میں بھی مساجد کی صفیں خالی رہتی ہیں۔ یہ بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ تو فرمایا کرتے تھے کہ: ((قرة عینی فی الصلاة)) ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔'' صحابہ کرام ؓ کے ہاں تو طے تھا کہ بے نمازی کافر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین بھی پنج وقتہ نمازی تھے۔ انہیں بھی معلوم تھا کہ اگر نماز نہیں پڑھیں گے تو ہمارا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔ پھر تین ائمہ کرام (امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ بے نمازی کو توقتل کر دینا چاہیے۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ بے نمازی کو تب تک قید میں رکھا جائے جب تک وہ توبہ نہ کرلے اور نماز کا پابند نہ ہو جائے۔ آج ہمارا مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی ہے، کلمہ بھی پڑھتے ہیں لیکن پانچوں نمازیں ضائع ہو جائیں تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ یہ سوالیہ نشان ہے۔ آگے فرمایا:

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط﴾ ''یقیناً نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور برے کاموں سے''

آج کا مسلمان نماز بھی پڑھتا ہے، جھوٹ بھی بولتا ہے، فراڈ کرتا ہے، کم تولتا ہے اور بھی بہت سے جرائم کرتا ہے۔ اس میں نماز کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ بندوں کے ایمان کی کمزوری کا معاملہ ہے۔ جس قدر ایمان اور یقین پختہ ہوگا، اسی قدر نماز برائی سے روکنے کا ذریعہ بنے گی۔ نماز کو اس کے تقاضوں کے مطابق ادا کرو، اس کے آداب کے مطابق ادا کرو تو نماز فائدہ دے گی ان شاء اللہ۔ خاص طور پر نماز میں بندہ جو کچھ پڑھتا یا سنتا ہے اس پر دھیان دے کہ میں کیا پڑھ یا سن رہا ہے، اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔ مثال کے طور پر سورۃ الفاتحہ میں حمد بھی ہے، توحید کا بیان بھی ہے، اللہ کی بندگی کا اقرار بھی ہے اور روز حساب کی یاددہانی بھی ہے۔ اگر بندہ ہوش و حواس میں رہتے ہوئے پڑھے گا تو وہ گویا اللہ سے اپنا عہد و پیمان تازہ کرے گا اور اس پر عمل کی کوشش بھی کرے گا۔ اس کے نتیجہ میں وہ خود کو برائی سے روکے گا اور اللہ سے اس کا تعلق اور رجوع بھی بڑھے گا۔ پھر یہ کہ موت کا پتا نہیں ہے کب آجائے۔ بندہ یہ سوچ کر پڑھے کہ شاید میری آخری نماز ہو اور یہ موقع ہے میں اپنے رب کو منالوں، اپنے عہد کو تازہ کرلوں۔ یقیناً اس کا بہت بڑا فائدہ ہوگا اور ایسی نماز کا اثر بھی ہوگا۔ پھر نماز کے بعد کے اذکار بھی ہیں:

((اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك)) ''اے اللہ! اپنے ذکر، شکر اور اپنی بہترین عبادت کے سلسلہ میں میری مدد فرما۔''

اگر بندہ ہوش و حواس میں رہتے ہوئے یہ دعا مانگے گا تو اس کا لازمی اثر ہوگا۔ معلوم ہوا کہ جب بندہ نماز کے آداب اور تقاضوں کے مطابق نماز ادا کرے گا تو اس کا اثر نماز کے بعد بھی ہوگا اور مسجد سے باہر نکل کر انسان اپنے

سارے معاملات میں اللہ کے احکامات کو مدنظر رکھنے کی کوشش کرے گا اور اس کے دل میں جوابدہی کا احساس بھی رہے گا۔ اس کا انفرادی زندگیوں پر بھی اور اجتماعی سطح پر بھی معاشرے پر بہت اچھا اثر پڑے گا۔ جب لوگ دیکھیں گے کہ ایک نماز پڑھنے والا بندہ جھوٹ نہیں بولتا، ناانصافی نہیں کرتا، دوسروں کا حق نہیں مارتا، کرپشن نہیں کرتا، رشوت نہیں لیتا تو لوگ اس کی بات کو تسلیم بھی کریں گے اور اس پر عمل بھی کریں گے۔ اس کے کردار کی برتری سے اسے اخلاقی برتری حاصل ہوگی جو اسے اخلاقی طور پر باطل پر غالب کردے گی۔ اگر کسی دینی تحریک میں شامل لوگوں کے یہ اوصاف ہوں گے تو انہیں لوگوں کی اخلاقی حمایت حاصل ہوگی۔ اگر ان کی نماز واقعی نماز ہوگی تو ان کے کردار بھی چلتی پھرتی گواہی ہوں گے جو باطل پر ان کی اخلاقی برتری ثابت کریں گے اور لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اس کے برعکس اگر معاملہ ایسا ہو جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الصف) ”اے مسلمانو! تم کیوں کہتے ہو وہ جو کرتے نہیں ہو؟ بڑی شدید بےزاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔“

یہ طرزِ عمل اللہ کی سخت ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔ احادیث میں یہاں تک بھی بیان ہوا ہے کہ جس کی نماز اس کو بےحیائی اور برائی سے نہ روکے اس کی نماز نماز نہیں ہے۔ ایسی نماز اللہ کے ہاں مطلوب نہیں ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ﴾ ”اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔“

حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں، انسان کے لیے سب سے بڑی چیز اللہ کا ذکر ہے کیونکہ اللہ ہی کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے جو قرآن میں بھی بیان ہوئی کہ: ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرہ:152) ”پس تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا“

تم نماز ادا کر رہے ہو، قرآن کی تلاوت کر رہے ہو، اللہ سے دعا کر رہے ہو، توبہ استغفار کر رہے ہو تو انہی لمحات میں اللہ بھی تمہیں یاد کر رہا ہے۔ اللہ کا ذکر کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں بھی تقاضا آیا: ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (الانفال) ”اور اللہ کا ذکر کرتے رہو کثرت کے ساتھ تاکہ تم فلاح پاؤ۔“

تلاوت اور نماز کے علاوہ بھی اللہ کا ذکر جاری رکھنا چاہیے۔ اس حوالے سے آسان ترین اللہ کے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے اذکار ہیں۔ آپ ﷺ نے ہر صبح بیدار ہونے سے لے کر رات کو سونے تک ہر موقع کے لیے اذکار اور دعائیں سکھائی ہیں، ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ خاص طور پر تحریکی زندگی گزارنے والے مسلمانوں کو ان اذکار کا لازماً اہتمام کرنا چاہیے۔ اس سے فلاح اور کامیابی ملتی ہے۔ آج غزہ کی مسلم خواتین کے کردار و عمل کو دیکھ کر آسٹریلیا کی 50 عورتوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ غزہ کی خواتین اور مردوں نے قرآن کی تلاوت، نماز اور اذکار کا خاص اہتمام کیا ہے جو انہیں ایمان پر ثابت قدم رکھتا ہے اور یہی ثابت قدمی دیکھ کر لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ آج باقی اُمت بھی اپنا جائزہ لے کہ ان کے کردار کو دیکھ کر کون متاثر ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین)) ”بےشک اللہ اس قرآن کی بدولت قوموں کو عروج عطا فرمائے گا اور اس کو ترک کردینے کی وجہ سے قوموں کو ذلیل اور رسوا کردے گا۔“ اس قرآن کی بدولت مسلمانوں نے عروج دیکھا مگر وہ مسلمان تھے جو مصائب سے گزر رہے تھے، مشکلات کو جھیل رہے تھے مگر صبر و استقامت کے پہاڑ تھے اور اللہ کے دین کے لیے جان دینے کو تیار تھے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

آج ہم تنہائی میں بیٹھ کر اپنا جائزہ لیں۔ بڑے ٹھنڈے ٹھنڈے ماحول میں بڑے پُرسکون انداز سے ہماری زندگی گزر رہی ہے۔ جب ذرا سخت حالات آئیں گے تو کیا ہم کھڑے رہ سکیں گے؟ زیر مطالعہ آیت میں آخری بات یہ بیان ہوئی:

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝﴾ ”اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔“

ذکر کا مطلب ہے دل میں اللہ کو حاضر رکھنا۔ برائی کا موقع ہے، کوئی بھی دیکھ نہیں رہا مگر دل میں احساس ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ یہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اس کی بدولت تم برائی سے بچ جاؤ گے۔ جہاں لکھا ہوتا ہے: ”کیمرے کی آنکھ تمہیں دیکھ رہی ہے۔“ وہاں ہم محتاط ہو جاتے ہیں۔ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتے کہ نوٹس میں آجائے۔ یہ کیمرے خراب ہو سکتے ہیں، میموری ڈیلیٹ ہو سکتی ہے مگر خالق کائنات نے جو کیمرے لگا رکھے ہیں ان کی میموری کبھی ضائع ہونے والی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر جٹ فیملی کو اپنے باشرع بیٹے، عمر 34 سال، تعلیم ماسٹر، گورنمنٹ جاب، قد "2.'6 کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ، شرعی پردے کی پابند، دراز قد لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0315-4098901

☆ لاہور (واہگہ گاؤں) کے رہائشی، عمر 40 سال، تعلیم میٹرک، ذاتی کاروبار، کے لیے عقد ثانی (پہلی زوجہ کی وفات) کے لیے دینی مزاج کا حامل رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4994436

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(3 تا 5 اکتوبر 2024ء)

3 اکتوبر جمعرات: مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔ شام میں گورنر ہاؤس سندھ میں کراچی کی تنظیم اور انجمن خدام القرآن کے چند ذمہ داران کے ساتھ ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب سے ملاقات کی۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے چھوٹے صاحبزادے اور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ناظم شعبہ سمع و بصر محترم آصف حمید بھی ہمراہ تھے۔

4 اکتوبر جمعہ: صبح لاہور آمد ہوئی۔ خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں دیا۔ شام میں شعبہ نظامت کے اجلاس میں شرکت کی۔ (اسلام آباد اور راولپنڈی کے حالات کشیدہ ہونے کی وجہ سے حلقہ اسلام آباد اور راولپنڈی کے تنظیمی دورہ کے لیے جانا نہ ہو سکا)۔

5 اکتوبر ہفتہ: دن میں شعبہ تعلیم و تربیت اور شعبہ نشر و اشاعت کے اجلاس میں شرکت کی۔ دوپہر میں شعبہ نظامت اور شعبہ مالیات کے اجلاس میں شرکت کی۔ رات گئے کراچی واپسی ہوئی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور تنظیمی امور انجام دیئے۔ قرآنی نصاب کے حوالے سے ذمہ داریاں انجام دیں۔

ابلیس کی مجلس شوریٰ

(گزشتہ سے پیوستہ)

ابلیس کی مجلس شوریٰ میں اپنے مشیروں کے تجزیات سننے کے بعد ابلیس مستقبل کے منظر نامے کے متعلق اپنی ابلیسی ذہنیت کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے۔

جانتا ہے، جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے!

ہر وہ شخص جو سیاست اور عمرانیات کی کچھ نہ کچھ سوجھ بوجھ رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ آنے والے دور میں ابلیسی نظام کے لیے مزدکیت یا اشتراکیت ہرگز خطرہ نہیں بلکہ آنے والے دور کا اصل خطرہ اسلام ہے۔

جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں

اگرچہ موجودہ دور میں سرمایہ دارانہ نظام ہی مسلمان کا دین بن چکا ہے، اس کی ساری بھاگ دوڑ سرمائے کے لیے ہے، سٹیٹس کے لیے ہے کہ دنیاداری میں، مال و دولت میں وہ دوسروں سے آگے بڑھ جائے، وہ جو قرآن کا نظریۂ حیات ہے، وہ جو قرآن نظامِ عدل اجتماعی کا تصور دیتا ہے اس کی طرف اب مسلمانوں کی توجہ نہیں رہی۔ بقول شاعر۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

جس قرآنی منشور نے اس اُمت کو عالمی طاقت بنایا تھا، اب اس کا وہ منشور نہیں رہا۔ اپنے اصل نظریہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے اب یہ اُمت راکھ کا ڈھیر ہے۔

جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

مجھے پتہ ہے کہ مشرق ایک اندھیری رات سے گزر رہا ہے اور اس اندھیری رات میں بھولی بھٹکی امت کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے۔ وہ حرم جو اُمت کا مرکز اور روشنی کا منبع تھا اب وہاں بھی اندھیروں کا راج ہے، اُمت کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

مگر عصر حاضر کے کچھ تقاضے ایسے بن گئے ہیں جو لوگوں کو چار و لاچار اللہ کے پیغمبر ﷺ کے لائے ہوئے دین کی طرف لا رہے ہیں۔ لوگ ہمارے ابلیسی نظام کے ظلم و ستم سے اس قدر تنگ آ گئے ہیں کہ اب مادیت پسندی کی بجائے روحانیت کی تلاش میں ہیں۔ ہمارے سرمایہ دارانہ نظام نے انسان کو مشین بنا دیا تھا جو صبح سے شام تک اپنی دنیوی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے بھاگ رہا تھا لیکن اسے ذہنی اور قلبی سکون میسر نہیں تھا۔ اب بعض لوگ اس کیفیت سے تنگ آ کر واپس روحانی سکون کی تلاش میں نکل رہے ہیں اور یہی کیفیت ان کو دوبارہ شرع پیغمبر ﷺ یعنی اللہ کے دین کی طرف لا رہی ہے۔ کتنے ہی غیر مسلم اس وجہ سے اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اسلام تیزی سے پھیلتا ہوا مذہب بن گیا ہے۔

الحذر! آئینِ پیغمبر سے سَو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں

ابلیس اپنے مشیروں کو خبردار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں پیغمبر ﷺ کے آئین سے پناہ مانگتا ہوں۔ اگر وہ آئین نافذ ہو گیا تو ہماری ساری محنت پر پانی پھر جائے گا اور ہمارا ابلیسی نظام زمین بوس ہو جائے گا۔ ہم نے تو عورت کو گھر سے نکال کر اُسے بازار کی زینت بنایا تھا، اسے اس کی عصمت اور ناموس سے محروم کر کے سٹیج پر نچوایا تھا، بے حیائی اور فحاشی ہمارے نظام کی اصل کشش تھی لیکن اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا آئین نافذ ہو گیا تو عورت کو کھوئی ہوئی عصمت اور حیا دوبارہ مل جائے گی کیونکہ یہ نظام عورت کی عصمت اور عزت کی حفاظت کرنے والا ہے۔ ایسی باحیا اور باعصمت عورتیں جری مرد پیدا کرتی ہیں جو اپنی اقدار و روایات کے لیے کٹ مرتے ہیں اور معاشرے میں ابلیسیت اور شیطنت کو پھلنے پھولنے نہیں دیتے۔

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فُغفور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں

ذرا اس انقلاب کو دیکھیے کہ ہر قسم کی غلامی کی نفی کرتا ہے اور بندوں کو آزاد کر کے ایک اللہ کا بندہ بناتا ہے جہاں محمود و ایاز ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ اور غلام کا تصور مٹ جاتا ہے۔ جہاں ایک عام آدمی بھی خلیفۂ وقت کا خطبہ روک کر سوال اُٹھاتا ہے کہ خطاب بعد میں کریں پہلے یہ بتائیں کہ آپ کا یہ لباس کہاں سے آیا؟ جہاں اکیلی عورت ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرتی ہے مگر کسی کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ جہاں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا۔

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف
مُنعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

ابلیس کہتا ہے کہ ہم اپنے ابلیسی نظام کے ذریعے لوگوں کو مال و دولت کے لیے ایک دوسرے سے لڑواتے ہیں، سٹیٹس کو کے چکر میں امیر غریبوں کا استحصال کرتے ہیں، سرمایہ دار مزدور کا لہو نچوڑتا ہے، انسان لالچ میں انسان کا گلا کاٹتا ہے جبکہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کا دین لوگوں کو یہ سکھاتا ہے کہ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے یہ اللہ کا دیا ہوا ہے، تم اس کے مالک نہیں ہو بلکہ یہ تمہارے پاس امانت ہے۔ حضرت سعدی شیراز نے کہا:

ایں امانت چند روزہ نیست ماست
درحقیقت مالک ہر شے خدا است!

ابلیسی نظام میں اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کے لائے ہوئے نظام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ابلیسی نظام میں مال و دولت کو ذاتی مال سمجھا جاتا ہے، چاہے جس طرح مرضی خرچ کیا جائے جبکہ پیغمبر ﷺ کے لائے ہوئے نظام میں دولت کو اللہ کی امانت سمجھا جاتا ہے اور ناجائز تصرف، عیش و عشرت کی سخت ممانعت ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے، اللہ کے بندوں پر خرچ کیا جائے۔ اس طرح طبقاتی خلیج پیدا نہیں ہوتی جس سے استحصال، ظلم اور ناانصافی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا انقلاب ہے جو ابلیسی نظام کو جڑوں سے اُکھاڑ سکتا ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں!

ابلیس کہتا ہے کہ ہم تو لوگوں کو تاریخ اور جغرافیہ میں اُلجھا رہے تھے کہ فلاں علاقہ تمہاری ملکیت ہے، فلاں تاریخی رومن، فارس کی سلطنت کا علاقہ ہے، اس کا احیاء کرو، دوسروں کی زمینوں پر قبضے جماؤ، دوسروں کو اپنی سرزمین سے نکال باہر کرو، اس بنیاد پر دوسروں کی نسل کشی کرو۔ لیکن پیغمبر ﷺ کا دین کہتا ہے کہ ساری زمین اللہ کی ملکیت ہے اور تم اس کے مالک نہیں ہو۔ جتنا تصرف میں لاؤ گے اتنا ہی اللہ کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔ (جاری ہے)

❁❁❁

جب سیاسی جماعتیں احتجاج میں تشدد کا راستہ اختیار کرتی ہیں تو ان کا اپنا بھی نقصان ہوتا ہے اور ملک و قوم کا بھی: ڈاکٹر سید عطاء الرحمان عارف

ریاستی اداروں کا فرض ہے کہ جبر کی بجائے آئین اور قانون کے مطابق کردار ادا کریں: رضاء الحق

جب تک قانون اور انصاف کا معیار ایک نہیں ہوگا امیر اور غریب میں جنگ جاری رہے گی: ڈاکٹر اشرف علی

میزبان: وسیم احمد

احتجاجی سیاست: فوائد اور نقصانات کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

سوال: عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ احتجاج، ہڑتال اور دھرنے وغیرہ جمہوریت کا حسن اور عوام کا آئینی حق ہیں۔ آپ پاکستان کے معروضی حالات کے تناظر میں بتائیں کہ اس اندازِ سیاست سے پاکستان میں آج تک کوئی خیر برآمد ہوئی ہے؟

عطاء الرحمان عارف: اگر پاکستان کے معروضی حالات کے تناظر میں بات کی جائے تو عمومی طور پر یہاں احتجاجی سیاست کے فوائد ہمیں نظر نہیں آتے بلکہ ملکی معیشت پر منفی اثر پڑتا ہے، عوام بھی متاثر ہوتے ہیں اور بعض اوقات حکومتی اقدامات پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پوری دنیا میں اپنے حق کے لیے لوگ مظاہرے اور احتجاج کرتے ہیں مگر پاکستان کے حالات تھوڑے مختلف ہیں۔ یہاں 1980ء کی دہائی میں ہم نے ایک احتجاج کو کامیاب ہوتے دیکھا ہے جب اہلِ تشیع نے زکوٰۃ کے حوالے سے اپنے فیصلے کو منوالیا۔ پھر 2009ء میں جب حقوقِ نسواں بل پاس ہو رہا تھا تو اس وقت مذہبی جماعتوں نے متحد ہو کر کراچی اور لاہور میں دو پروگرام کیے اور ان کو کامیابی ملی۔ اس کے بعد ناموسِ رسالت کے قانون میں جب ترمیم کا بل پیش ہوا تو اس وقت بھی مذہبی جماعتوں نے متحد ہو کر دو جلسے کیے، تیسرا جلسہ پشاور میں ہونا تھا لیکن اس سے پہلے ہی حکومت نے بل واپس لے لیا۔ ان تینوں واقعات میں کامیابی اس وجہ سے ملی کہ ان میں تشدد کا عنصر شامل نہیں تھا۔ سیاسی جماعتوں کو بھی اس پر غور کرنا چاہیے کہ جہاں تشدد شامل نہیں ہوگا وہاں ان کو فوائد ضرور ملیں گے۔ جیسا کہ جماعت اسلامی نے کچھ عرصہ قبل IPPs کے حوالے سے ایک احتجاجی پروگرام شروع کیا تو اس کے فوائد اب سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں لیکن جب سیاسی جماعتیں احتجاجی مظاہروں میں تشدد کا راستہ اختیار کرتی ہیں تو پھر ان کا اپنا بھی نقصان ہوتا ہے اور ملک اور قوم کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ ماضی میں اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں کہ سیاسی جماعتوں کے دھرنوں وغیرہ کی وجہ سے اہم ملکوں کے سربراہوں کے دورے منسوخ یا ملتوی ہو گئے۔ پارلیمنٹ کو چاہیے کہ وہ سیاسی جماعتوں کے لیے اس حوالے سے کوئی ضابطہ کار بنائے تاکہ احتجاجی دھرنوں کے منفی اثرات اور تشدد کا سدِباب ہو سکے۔

مرتب: ابو ابراہیم

سوال: گزشتہ کچھ عرصے سے پاکستان کی سیاسی جماعتوں اور ان کی قیادت میں عدم برداشت کا کلچر عام ہو رہا ہے۔ ان کے کارکن بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ کلچر کیسے اور کیوں پیدا ہوا اور آج تک اس کا فائدہ کس کو ہوا؟

رضاء الحق: ایک دور تھا جب پاکستان میں نظریاتی سیاست ہوتی تھی، اس وقت پاپولزم کا اتنا زیادہ غلبہ نہیں تھا۔ ہر سیاسی جماعت نے نظریاتی بنیادوں پر اپنا منشور بنایا ہوتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اقتدار کی ہوس نے ہماری سیاست کو پاپولزم کی طرف دھکیل دیا۔ یعنی جماعتی نظریات اور منشور کی بجائے سیاسی نظریہ ضرورت اور عوام کے مزاج کا رُخ دیکھ کر اپنے اقتدار کے لیے سیڑھی بنانے کا رواج چل پڑا۔ مروجہ سیاسی نظام میں ہماری سیاسی قیادتوں کا اصل مطمع نظر یہی ہے کہ کسی طرح بھی اقتدار حاصل ہو جائے۔ اپوزیشن بھی موقع کی تلاش میں ہوتی ہے کہ حکومت کو کسی طرح گرا کر خود حکومت بنائی جائے۔ جائز و ناجائز، صحیح اور غلط، نظریات اور منشور کا تصور کہیں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اس کا منفی اثر کارکنوں پر بھی پڑا ہے اور اخلاقی انحطاط اپنے عروج پر ہے۔ حالانکہ سیاسی جماعت کا کام ہے کہ وہ کارکنوں کی نظریاتی بنیادوں پر تربیت کرے، جائز اور ناجائز کی تمیز سکھائے۔ جو چیز ملکی مفاد کے خلاف ہو اس سے روکے۔ پھر یہ کہ بہرحال پاکستان اسلامی نظریاتی ریاست ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے۔ اس کا شعور سیاسی جماعتوں اور ان کے کارکنوں میں بھی ہونا چاہیے تھا۔ مگر یہ ساری چیزیں مفقود نظر آتی ہیں جس کا منفی اثر ہر جگہ نظر آ رہا ہے۔ حالانکہ احتجاجی دھرنے اور مظاہرے مغرب میں بھی ہوتے ہیں لیکن وہ کسی بڑے قومی مقصد کے لیے یا معاشی پالیسیوں کے خلاف ہوتے ہیں۔ جب بین الاقوامی فورمز پر اس حوالے سے کوئی اجلاس ہو رہا ہوتا ہے یا کوئی پالیسی بنائی جا رہی ہوتی ہے تو جن لوگوں کو اختلاف ہوتا ہے وہ پلے کارڈز اور بینرز اُٹھا کر بڑے منظم اور پُرامن انداز سے احتجاج ریکارڈ کروا رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں بدقسمتی سے پاپولزم زیادہ ہے، ملک و ملت کا نفع و نقصان دیکھے بغیر ہمارے لوگ ہوا کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں جیسا کہ عرب سپرنگ میں ہوا اور پھر اس کا نقصان قومی سطح پر اُٹھانا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے شام، عراق، لیبیا، یمن سمیت کئی مسلم ممالک تباہ ہو گئے اور نوبت خانہ جنگی تک آ گئی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں سیاسی جماعتوں کا اصل ہدف یہ ہونا چاہیے کہ ہم نے پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی

نظریاتی ملک بنانا ہے، اسی تناظر میں کارکنوں کی تربیت بھی ہونی چاہیے لیکن بجائے اس کے یہاں صرف حکومتیں گرانا مقصود ہوتا ہے جس کا نتیجہ بداخلاقی اور بدتہذیبی کی انتہا کی صورت میں نکل رہا ہے۔ دوسری طرف مقتدر قوتیں جبر کا ماحول پیدا کر دیں تو تب بھی ایسی صورتحال پیدا ہوتی ہے۔

سوال: پاکستان میں کسی مذہبی یا دینی ایشو پر لوگ احتجاج کریں تو انہیں انتہا پسند، مذہبی جنونی وغیرہ کہا جاتا ہے جبکہ اگر کسی سیاسی جماعت کے کارکن احتجاج کریں تو وہ انسانی حقوق کے چیمپئن اور انقلابی کہلاتے ہیں، ہماری سوچ میں یہ فرق وتفاوت کیوں پایا جاتا ہے؟

ڈاکٹر اشرف علی: بدقسمتی سے ہمارے ہاں ہر چیز کا دہرا معیار ہے۔ غریب کو انصاف خریدنا پڑتا ہے، عدالتوں میں دھکے کھانے پڑتے ہیں اور امیر کو انصاف اس کی دہلیز پر تھما دیا جاتا ہے۔ اسی طرح غریب کے لیے قانون کچھ اور ہے، امیر کے لیے کچھ اور ہے۔ ہمارے ہاں جو قوانین بنائے جاتے ہیں وہ اصل میں اشرافیہ کے مفادات کے تحفظ کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ ابھی جو آئینی ترمیم راتوں رات کرنے کی کوشش کی گئی اس کے پیچھے بھی اشرافیہ کے مفادات ہیں۔ اسی طرح ہمارے ہاں امیر کے لیے تعلیم کا نظام کچھ اور ہے اور غریب کے لیے اور ہے۔ اسی طرح مذہبی طبقہ اگر دینی ایشو پر احتجاج کرے تو اسے دہشت گرد، انتہا پسند، جنونی اور پتا نہیں کیا کیا نام دیے جاتے ہیں، اگر سیکولر سیاسی قیادت کے مفاد کے لیے کارکن احتجاج کریں تو وہ انقلابی اور ہیرو کہلاتے ہیں۔ اگر کوئی دین کے نفاذ کی بات کرے تو اسے بنیاد پرست، مذہبی جنونی کہہ کر اس کے کام کو ختم کر دیا جاتا ہے جبکہ دوسری طرف لبرل اور سیکولر ایجنڈا کس طرح زبردستی ہم پر مسلط کیا جا رہا ہے اس حوالے سے کوئی نہیں بات کرتا۔ جب تک ہم انصاف اور قانون کا ایک ہی معیار نہیں رکھیں گے اس وقت تک ہم ایک قوم بن ہی نہیں سکتے۔ ہمارے بگاڑ کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے قانون اور انصاف کا ایک معیار نہیں رکھا۔

سوال: گزشتہ کچھ عرصے سے پاکستان میں 26ویں آئینی ترمیم کی بات ہو رہی ہے اور آئینی عدالت بنانے کی بھی باتیں ہو رہی ہیں آپ کی اس حوالے سے کیا رائے ہے؟

عطاء الرحمان عارف: اصول یہ ہے کہ اگر کوئی آئینی ترمیم لانی ہے تو اس کو پہلے پبلک کیا جائے، اس پر پارلیمنٹ میں مکمل بحث ہو، پارلیمنٹ کی کمیٹیاں بنیں اور جو بھی قانونی طریقہ کار ہے اس کو فالو کیا جائے۔ راتوں رات آئین میں کوئی تبدیلی یا ترمیم کرنا کسی بھی لحاظ سے مناسب نہیں ہے۔ پھر یہ کہ وقت اور حالات کی نزاکتوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ ہمارے حکمران، سیاستدان اور مقتدر لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کونسا کام کس وقت کر رہے ہیں؟ اس کے لیے یہ وقت موزوں ہے بھی یا نہیں۔ کئی ممالک میں باقاعدہ آئینی عدالت ہوتی ہے جو اس چیز کو دیکھتی ہے کہ وہ تمام چیزیں جو دستور کے مطابق ہیں ان کی تنفیذ ہو رہی ہے یا نہیں ہو رہی۔ اس میں جو جج حضرات بیٹھے ہوتے ہیں ان کے بھی اپنے معیارات ہوتے ہیں اور وہ بااختیار بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں آئینی کورٹ کا ذکر میثاق جمہوریت میں موجود ہے۔ اگرچہ میثاق جمہوریت پر دو ہی پارٹیوں کے دستخط ہیں لیکن میثاق جمہوریت کے لیے جو کانفرنس بلائی گئی تھی اس میں تمام سیاسی جماعتیں شامل تھیں۔ اگر وہاں پر یہ بات طے ہوگئی تھی تو پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ نون دونوں کو اپنے

> **شنگھائی تعاون تنظیم کے سربراہی اجلاس کے موقع پر دنیا کو یہ پیغام جانا چاہیے کہ بحیثیت قوم ہم متحد ہیں۔**

منشور میں یہ چیز واضح کرنی چاہیے تھی کہ ہم جب حکومت میں آئیں گے تو آئینی کورٹ بنائیں گے لیکن ایک پارٹی کا منشور اس حوالے سے بالکل خاموش ہے۔ اس میں قصور سیاستدانوں کا بھی ہے اور پارلیمنٹ کا بھی ہے۔

سوال: پاکستان کی عدالتی تاریخ نظریہ ضرورت کے تحت دیئے گئے فیصلوں سے بھری پڑی ہے۔ سیاسی بنیادوں پر بنائے گئے مقدمات میں نظریہ ضرورت کے تحت جو فیصلے دیئے جاتے ہیں وہ ہمارے ہاں عوامی غم وغصے کا سبب تو نہیں بن رہے؟

ڈاکٹر اشرف علی: سوال یہ ہے کہ یہ نظریہ ضرورت کب تک ہمارے سیاسی کلچر کا حصہ بنا رہے گا۔ اگر ہمیں ملک میں بہتری لانی ہے تو ہمیں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنے معاشی بحران پر قابو پانا پڑے گا، ہمیں اپنے سیاسی عدم استحکام کو ختم کرنے کے لیے سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔ بالخصوص یہ حالات دہشت گردی کو بھی فضا مہیا کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کو سر جوڑ کر بیٹھنا پڑے گا۔ جس طرف ہم چل پڑے ہیں وہاں مسائل کا حل نہیں ہے بلکہ صرف تباہی ہے، ہمیں حقیقت کی طرف پلٹنا پڑے گا۔ کبھی کوئی فرد واحد آتا ہے اور اپنی مرضی کی پالیسیاں بناتا ہے اور کبھی کوئی فرد واحد اپنی مرضی سے ملک کو چلانا چاہتا ہے، آئین، عوامی اور ملکی مفاد کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ یہ انتہائی خطرناک روش ہے اور اس کے نتائج بہت بھیانک نکلیں گے۔

سوال: آئندہ ہفتے پاکستان میں شنگھائی تعاون تنظیم کا اجلاس میں ہو رہا ہے اور پاکستان اس سربراہی اجلاس کی میزبانی کر رہا ہے جس میں چائنہ کے صدر کی آمد بھی متوقع ہے۔ آپ اس حوالے سے حکومت، اپوزیشن اور ہمارے ریاستی اداروں کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

رضاء الحق: نائن الیون کے بعد ہمارے پاس ایسے بہت کم مواقع آئے ہیں کہ ہم نے کوئی بین الاقوامی سربراہی اجلاس بلایا ہو۔ یہاں تک کہ سربراہان مملکت کے پاکستان کے دورے بھی کم ہو گئے۔ سارک ممالک کی کانفرنس ہوا کرتی تھی، اب وہ بھی نہیں ہو رہی۔ دوسری طرف بھارت نے ان بیس پچیس سالوں میں دنیا کی بڑی معاشی اور فیصلہ ساز طاقتوں میں اپنی جگہ بنا لی ہے۔ گوگل سمیت دنیا کے بڑے بڑے اداروں کے سربراہ بھارتی ہیں، یہاں تک کہ برطانیہ کے ایک سابق وزیراعظم اور امریکی صدارتی الیکشن میں ڈیموکریٹس کی اُمیدوار بھارتی نژاد ہیں۔ پھر کواڈ جیسے بڑے بڑے عسکری اتحادوں میں بھارت شامل ہو چکا ہے۔ اس وقت عالمی حالات یہ ہیں کہ اسرائیل نے ایک سال سے جو جنگ اہل غزہ پر مسلط کی ہوئی تھی اب اسے پھیلا کر باقی عرب علاقوں تک بھی لے جا رہا ہے۔ اسرائیل کے عزائم واضح ہیں۔ پاکستان بھی اسرائیل کے نشانے پر ہے۔ جیسا کہ بن گوریان نے 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد ہی کہہ دیا تھا کہ پاکستان ہمارا اصل دشمن ہے اور بھارت ہمارا فطری اتحادی ہے۔ آج بھارت واقعی اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہے۔ ان حالات میں ہمارے لیے شنگھائی تعاون تنظیم کی سربراہی کانفرنس کی میزبانی بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ ہمارے لیے روس اور چین کے اتحاد میں جگہ بنانا بہت ضروری ہے۔ اس حوالے سے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم خود کو معاشی اور سیاسی حوالے سے مضبوط کریں۔ معاشی بہتری میں سودی نظام سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے ہمیں سودی نظام کا خاتمہ کرنا چاہیے۔ سیاسی جماعتیں چاہے وہ حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں ہوں ان کو چاہیے کہ ملکی مفاد

میں مل بیٹھ کر قومی پالیسی بنائیں اور ریاستی ادارے بھی عوامی حقوق اور آئین کی پاسداری کریں۔ وہ جبر کی بجائے اپنی آئینی اور قانونی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔

سوال: کیا پاکستان میں واقعتاً حکومت مخالف جذبہ اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ بنگلہ دیش جیسی صورتحال پیدا ہوسکتی ہے؟

ڈاکٹر اشرف علی: ظاہر ہے کہ ایک طرف شدید معاشی بحران ہے۔لوگوں کی قوت برداشت جواب دے رہی ہے۔ پٹرول کی قیمت 300 سے اوپر گئی، کرائے بڑھ گئے، اب 250 ہے تو پھر بھی کرائے وہی ہیں۔یعنی عوام تک جو فائدہ پہنچنا چاہیے وہ نہیں پہنچ رہا۔ دوسری طرف سیاسی عدم استحکام اور کشیدگی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ پوری قوم دو حصوں میں بٹ چکی ہے۔ان حالات سے فائدہ اُٹھا کر دشمن قوتیں دہشت گردی کو بھی بڑھاوا دے رہی ہیں جس کی وجہ سے لوگ تنگ آچکے ہیں۔خیبر میں گرینڈ قومی جرگہ ہو رہا تھا، اُن پر پولیس نے فائرنگ کی اور تین افراد شہید ہوگئے، 10 زخمی ہوگئے۔صورتحال یہ ہے کہ جو لوگ اپنا احتجاج ریکارڈ کروا رہے ہیں، ان پر بھی گولیاں برسائی جارہی ہیں۔میڈیا پر بھی حکومت کا مکمل قبضہ ہے اور صرف ایک طرف کی بات کی جاتی ہے، دوسری طرف کی بات نہیں کی جاتی۔جمہوری معاشرہ تو وہ ہوتا ہے جہاں حق اور انصاف کی بات کی جاسکے اور عوام جس کو ووٹ دیں وہ حکومت میں آسکے۔مگر یہاں عوام جس کو ووٹ دیتے ہیں اس کو آپ جیل میں ڈال دیتے ہیں۔ عدالت سے مخصوص نشستوں کا فیصلہ آیا تو ان پر بھی قبضہ کرلیا گیا۔ جلسے جلوسوں پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ جس پارٹی کو عوام ووٹ دیتے ہیں اس کو آپ دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ ایسے حالات پیدا کیے جارہے ہیں کہ عوام کا قانون اور اداروں پر سے اعتماد اُٹھ رہا ہے۔اس وجہ سے پھر عوام قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور جرائم بڑھتے ہیں۔صرف کراچی میں اس سال 50 ہزار سے زائد کرائمز ریکارڈ ہوئے ہیں۔39 ہزار کے قریب موٹر سائیکل چوری ہوئے ہیں۔ 12 ہزار کے قریب موبائل چھینے گئے ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر حکمرانوں کے حالات یہی رہے تو یہ ملک کسی بڑی مشکل میں پھنس سکتا ہے۔

عطاء الرحمان عارف: بظاہر پاکستان کی سیاست اور تیسری دنیا کی سیاست ایک جیسی نظر آتی ہے۔ فی الحال اسٹیبلشمنٹ حکومت کے ساتھ ہے۔آج اسٹیبلشمنٹ کا ہاتھ اس پر سے اٹھ جائے تو پھر بنگلہ دیش تو کیا سری لنکا جیسی صورت حال بھی پیدا ہوسکتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کی معیشت میں کچھ بہتری آئی ہے۔ برآمدات میں اضافہ ہوا ہے، انفلیشن ریٹ کم ہوا ہے۔ پٹرول کی قیمت کم ہوئی ہے۔مگر اس بہتری کا فائدہ اگر عوام تک نہیں پہنچ رہا تو اس میں ہماری انتظامیہ کی نااہلی ہے جو اس وقت ان چیزوں پر دھیان دینے کی بجائے صرف سیاسی مخالفین کو دبانے میں لگی ہوئی ہے۔ان حالات میں اگر سیاسی استحکام نہیں آئے گا تو حالات تبدیل نہیں ہوں گے۔سیاسی استحکام کے لیے حکومت اور اپوزیشن دونوں کو مل بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر شنگھائی تعاون تنظیم کے اجلاس کے موقع پر دنیا کو یہ پیغام جانا چاہیے کہ ہم بحیثیت قوم متحد ہیں۔ بنگلہ دیش میں صورتحال یہ تھی کہ وہاں 1971ء سے لے کر حسینہ واجد کی حکومت تک پورا جھکاؤ بھارت کی طرف تھا۔جبکہ پاکستان میں ایسی صورتحال نہیں ہے۔ البتہ پاکستان ہمیشہ دو کشتیوں کا سوار رہا ہے۔یعنی مغربی بلاک کی طرف بھی دیکھتا رہا ہے اور مشرقی بلاک کی طرف بھی۔ اب اگر پاکستان مشرقی بلاک کی طرف جاتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہوگا۔

سوال: حکمرانوں سے اپنے جائز مطالبات منوانے کے لیے ہمارا دین عوام کو کیا رہنمائی دیتا ہے؟

رضاء الحق: اس وقت دنیا میں جو مروجہ نظام ہے اس میں حقوق، جمہوریت، آزادی وغیرہ کی بات بہت کی جاتی ہے لیکن ہمارا دین اسلام ان ساری چیزوں کے ساتھ ساتھ فرائض کی بات بھی کرتا ہے۔حضرت عمرؓ کے حوالے سے بڑی معروف روایت ہے کہ ان کا خطبہ روک کر ایک عام شخص نے سوال اُٹھایا تھا کہ آپ کا یہ لباس کہاں سے آیا؟ اس حوالے سے ہم ایک پہلو کو تو بیان کرتے ہیں کہ ہمارا دین ہر ایک کو سوال اُٹھانے کی آزادی دیتا ہے لیکن دوسرا پہلو بھول جاتے ہیں کہ سوال اُٹھانے کے لیے پہلے خود کا محاسبہ اور بلند کردار بھی ضروری ہے۔ ہمارے دین میں ریاست، حکومت اور فرد کے حقوق و فرائض کا تعین کر دیا گیا ہے اور پاکستان کے آئین میں بھی اسلامی نظریاتی اساس کی حدیں معین کردی گئی ہیں۔مگر یہاں ان حدود کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے۔ یہاں ایک ریڑھی والے سے لے کر حکومت اور ریاستی اداروں تک ہر کوئی بد دیانتی اور حدود سے تجاوز میں ملوث ہے، الا ماشاء اللہ۔ ہماری بیوروکریسی، عدلیہ، ریاستی اور حکومتی اداروں میں جو لوگ ہیں وہ بھی اسی معاشرے سے آئے ہیں۔ بنیادی طور پر ہمیں معاشرتی اصلاح کی ضرورت ہے اور معاشرتی اصلاح کے لیے بہترین ذریعہ ہماری اسلامی نظریاتی اساس ہے۔اس حوالے سے علمائے کرام اور مذہبی جماعتوں پر بھی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو ترغیب اور تشویق دلائیں، ان کی ذہن سازی کریں۔ جب معاشرہ ٹھیک ہوگا تو ادارے بھی ٹھیک ہوجائیں گے۔پھر یہ کہ دین صرف انفرادی اصلاح کا نام نہیں ہے بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اپنا نفاذ چاہتا ہے۔ ہمارے پاس قرآن وسنت کی صورت میں پورا لائحہ عمل اور نظام موجود ہے، ہمارے آئین میں بھی ساری چیزیں موجود ہیں، ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ان پر صحیح طریقے سے عمل درآمد ہو۔

عطاء الرحمان عارف: تنظیم اسلامی کی سطح پر ہم نے یہ طے کیا ہوا ہے کہ انقلابی جدوجہد میں جب وہ مرحلہ آئے گا کہ نظام کی تبدیلی کے لیے احتجاجی تحریک شروع کریں گے تو اس میں ہمارا احتجاج پُرامن اور منظم ہوگا۔ ہم اپنے رفقاء اور احباب کی یہی تربیت کرتے ہیں کہ اپنے اہداف کے حصول کے لیے ہمیں صبر اور استقامت کے مراحل سے گزرنا ہے اور اپنی طرف سے کوئی ناجائز اور خلاف شریعت کام نہیں کرنا جس کی وجہ سے تحریک کو نقصان پہنچے۔اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی تربیت دیتے ہیں کہ ہر خبر پر تحقیق کرنی چاہیے تاکہ غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں۔جیسا کہ سورۃ الحجرات میں حکم دیا گیا ہے۔ مروجہ سیاست میں اس طرح کی گمراہیاں اور غلط فہمیاں پھیلادی جاتی ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کے مدمقابل آجاتے ہیں اور مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔اس حوالے سے ہم اپنے رفقاء کو یہ ہدایت دیتے ہیں کہ اپنے امیر کی معروف کے اندر اندر اطاعت کریں۔ ❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ ڈاکٹر سید عطاء الرحمان عارف: ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان

2۔ رضاء الحق: نائب ناظم مرکزی شعبہ نشرو اشاعت و ریسرچ سکالر تنظیم اسلامی پاکستان

3۔ ڈاکٹر اشرف علی: معروف صحافی، کالم نگار، اینکر اور ناظم نشرو اشاعت تنظیم اسلامی حلقہ اسلام آباد

"صیہونی وجود امریکی کڑیوں سے جڑا ہے، جو وقت کے ساتھ ٹوٹ جائیں گی۔"

☆ہم ایک غیر متوازن جنگ لڑ رہے ہیں، جہاں دشمن بے دریغ جنگی جرائم کر رہا ہے۔

☆قائدین کی شہادت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دشمن مزاحمت کی حقیقت کو نہیں جانتا۔

☆ناجائز صیہونی ریاست دنیا بھر کے عوام میں بدنام ہو چکی ہے۔

ابوعبیدہ بن الجراح

ابوعبیدہ بن الجراح حماس کے مجاہد اور القاسم بریگیڈ کے ترجمان ہیں۔ طوفان الاقصیٰ معرکہ کے ایک سال مکمل ہونے پر انہوں نے بین الاقوامی میڈیا کو طویل انٹرویو دیا جس میں ہونے والی گفتگو کا خلاصہ قارئین ہفت روزہ ندائے خلافت کی معلومات ودلچسپی اور ترغیب وتشویق کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آؤ۔ اور انہیں یاد دلائے اللہ کے دن۔ بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں۔'' (سورہ ابراہیم 5:)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، مومن مجاہدین کی عزت کرنے والا، تکبر کرنے والوں کو ذلیل کرنے والا اور مجرموں کی کمر توڑنے والا ہے۔ اس کے بعد درود وسلام ہو ہمارے نبی ﷺ پر، اُن کے ساتھیوں اور اہل بیت پر اور قیامت تک اُن کے نقش پا پر چلتے ہوئے جہاد کرنے والوں پر۔

اس کے بعد،

اے ہمارے آزاد، عظیم، صابر اور شریف لوگوں کے بیٹو! مجاہدین اور مزاحمت کار جو غزہ میں، مغربی کنارے میں، ہمارے مقدس دار الحکومت میں، پورے فلسطین میں اور وطن سے دور جدوجہد میں مصروف ہیں۔

اے ہماری اسلامی اور عرب قوم کے فرزندو! لبنان، یمن، عراق اور ایران سمیت تمام محاذوں اور میدانوں کے مجاہدو! اے دنیا کے تمام آزاد لوگو! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

آج ہمیں فخر ہے کہ ہم آپ سے غزہ سے مخاطب ہیں، وہ غزہ جو دشمن کے سامنے نہ کبھی جھکا ہے اور نہ ہی جھکنے والا ہے۔ طوفان الاقصیٰ معرکہ کے آغاز کو ایک سال مکمل ہو چکا ہے اور یہ سال ثابت قدمی اور عزم کی داستانوں سے بھرپور رہا ہے۔ مزید یہ کہ جدید دور کی سب سے کامیاب اور پیشہ ورانہ کمانڈو کارروائی کو بھی آج ایک سال مکمل ہو چکا ہے، جس نے دشمن پر لرزہ طاری کر دیا۔ معرکہ طوفان الاقصیٰ اُس وقت شروع ہوا جب مسجد اقصیٰ پر دشمن کا حملہ انتہائی خطرناک اور خوفناک مرحلے کو پہنچ گیا تھا۔ یہ معرکہ اُس وقت شروع ہوا جب دشمن نے صیہونی آبادکاری اور مقبوضہ علاقوں پر حملوں میں بے پناہ جارحیت دکھائی۔

ہمارے عوام نے اپنوں سے ملنے والے دھوکوں، حکومتوں کی بزدلی اور ان کی سازشوں کے باوجود، دشمن اور ظالم قوتوں کے جبر کا مقابلہ کرتے ہوئے بھرپور عزم واستقامت کا مظاہرہ کیا ہے۔ آئیں، سب مل کر اپنے عزم اور استقامت کو مزید مضبوط کریں اور فلسطین کے حقوق کی جدوجہد میں اپنا کردار ادا کریں۔ فلسطینی عوام کی جرأت اور استقامت کو سلام جو فلسطینی آسمانوں میں آج بھی دشمن پر حملے کر رہی ہیں، جس سے اُسے بھاری نقصانات کا سامنا ہے۔ ہمارے لیے ایرانی مدد بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صیہونی وجود صرف امریکہ کی کڑیوں سے جڑا ہوا ہے، جو وقت کے ساتھ ٹوٹ جائیں گی۔

فلسطینی عوام آج تاریخ کے ایک نازک ترین موڑ پر کھڑے ہیں، جہاں اُن کی استقامت اور حوصلہ مندی سے دشمن کی سیکیورٹی اور دفاعی صلاحیتیں کمزور ہو رہی ہیں۔ صیہونی ریاست اب دنیا بھر کی تمام آزاد قوموں میں بدنام ہو چکی ہے، جبکہ فلسطینی عوام ایک چٹان کی مانند جمے کھڑے ہیں، حالانکہ اُنہیں دھوکہ دیا گیا اور اُنہیں امریکی ومغربی حمایت یافتہ دشمن کے ظلم کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

ہم ایک غیر متوازن جنگ لڑ رہے ہیں، جہاں دشمن ایک مجرم کی طرح بے دریغ ہر قسم کے جرائم کئے جا رہا ہے۔ ہمارے مجاہدین، مزاحمت کار اور فلسطینی عوام وطن کے ہر کونے میں شجاعت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہم نے دشمن کے ہزاروں فوجیوں کو ہلاک وزخمی کیا ہے اور سو سے زائد فوجی آلات کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ ہمارا عزم طویل اور تکلیف دہ جنگ کو جاری رکھنے کا ہے۔ ان معرکوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ راستہ ہمیں کامیابی کی جانب لے جا رہا ہے۔ متکبر دشمن تاریخ کے اسباق، حقیقت کی سچائیوں اور ہماری قوم کی ثقافت کو نہیں سمجھتا۔ قائدین اسماعیل ہنیہ اور حسن نصر اللہ کی شہادت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دشمن مزاحمت کی حقیقت کو نہیں جانتا۔ یہ زمین ہمیں مجاہدین عطا کرتی ہے، جیسے زیتون کے درخت، اور ہر نسل کو عزت ووقار کی وراثت منتقل ہوتی ہے۔ ہمیں اپنے وطن کی حفاظت کے لیے مل کر جدوجہد کرنا ہوگی۔

جب تک نیتن یاہو اور اُس کی دہشت گرد حکومت اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے صیہونی اسیران بھی محفوظ نہیں۔ اسیران کو اگر خطرہ لاحق ہو یا قریب جھڑپیں ہوں، تو اُنہیں محفوظ مقامات پر منتقل کرنے کی ہدایت ہے۔ تاہم اسرائیلی اسیران کے لیے خطرات روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں کیونکہ جنگ کے دوران اسرائیلی قیدی کراس فائر کی زد میں آ سکتے ہیں۔ دشمن کے اسیران کا مستقبل نیتن یاہو کے فیصلے پر منحصر ہے، جنہیں بوقت ضرورت ہم تاریک سرنگوں میں لے جا سکتے ہیں۔

ہم نے عرب، اسلامی اور بین الاقوامی سطح پر فلسطینی عوام کی حمایت کے لیے ایک بڑی مہم شروع کرنے کی اپیل کی ہے۔ صیہونیوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ دنیا بھر میں آج اُن کے لیے صرف نفرت ہے۔ یہ ایسا دشمن ہے جو تمام اخلاقی حدود کو روندتے ہوئے معصوم عوام پر بمباری بھی کرتا ہے اور سائبر دہشت گردی بھی۔

حکومتوں اور علماء کرام سے اپیل ہے کہ وہ صرف زبانی مذمت سے آگے بڑھیں اور دشمن کے خطرات کے بارے میں واضح مؤقف اختیار کریں۔

(اُردو ترجمہ بشکریہ: Friends of Palestine)

❁❁❁

ایک اور 7 اکتوبر......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مسلم دنیا میں 7 اکتوبر نہایت اہمیت کا حامل ایک خاص تاریخی دن ہے جو دو مرتبہ پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دینے کا سبب بنا۔ 7 اکتوبر 2001ء میں امریکہ نے اکیسویں صدی کا آغاز ایک بھاری بھرکم جنگ سے کیا۔ معاشی طور پر نہایت کمزور افغانستان جو ایک دہائی پہلے طویل جنگ میں روس جیسی سپر پاور کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بمشکل تمام سنبھلا ہی تھا۔ بحری، بری، ہوائی باضابطہ فوج تک نہ رکھتا تھا۔ اس پر امریکہ کی ایک لاکھ فوج اور 28 نیٹو ممبر ممالک سمیت کل 42 ممالک کی افغانستان میں مزید 65 ہزار فوج کی بارات لے کر اترا۔ پاکستان کی حیثیت نان نیٹو فرنٹ لائن اتحادی کی تھی۔ یہ طویل جنگ جس میں اتحادی دس سال کے اندر یکے بعد دیگرے نکلنا شروع ہو گئے تھے۔ بالآخر 2021ء، 15 اگست کو پوری امریکی فوج افراتفری کی حالت میں C-16 جہاز بھر کر نکل گئی۔ 7 اکتوبر 2001ء کا معرکہ ختم ہوا۔ یہ بلین ڈالر سوال رہا کہ اتنی مہیب فوجوں کو شکست کیونکر ہو گئی؟ پیوند لگے چادر پوش، سائنس ٹیکنالوجی سے عاری فتح یاب کیونکر ہوئے اور اب بھی 10 ارب ڈالر امریکہ نے دبا لیے، باقی بہت کچھ اشرف غنی اور حواری لے اڑے، پوری دنیا بائیکاٹ کیے بیٹھی ہے۔ نہ ورلڈ بینک، نہ آئی ایم ایف، نہ مسلم ممالک۔ مگر افغان کرنسی مضبوط تر اور ملک پر سکون!

اگلا 7 اکتوبر 2023ء کا تھا۔ 75 سال اسرائیل کے آہنی شکنجے میں غزہ کے بے نوا باسی جو یو این کی دی امداد پر جیسے تیسے اپنی سرزمین فلسطین سے محروم بیٹھے تھے۔ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کے تحفظ کی خاطر مائیں بچے جنتی اور قربان کر دیتیں۔ اسرائیل کی گولیوں سے شہید ہوتے یا بھیانک اسرائیلی جیلوں میں پھینک دیے جاتے۔ 7 اکتوبر 2023ء کو بالآخر پوری قوم سر سے کفن باندھ کر زندگیوں کا سودا اللہ کے ہاتھ کر بیٹھی۔ پوری قوم یک زبان رہی۔ حماس و دیگر فلسطینی جہادی تنظیموں نے اسرائیل پر راکٹوں کا نہایت غیر متوقع حملہ اس طرح کیا کہ آئرن ڈوم انھیں گرانا بھول گیا۔ مجاہدین خود گویا مشین گنیں اٹھائے راکٹ بنے اسرائیل میں جا اترے۔ غیر معمولی بے خوف بنیان مرصوص مجاہدین نے بری طرح بوکھلا کر رکھ دیا۔ 1139 اسرائیلی نشانہ بنے۔ جن میں 373 فوجی، 71 غیر ملکی اور 695 سویلین تھے اسرائیل کے مطابق۔ 5 لاپتہ ہوئے۔ 251 یرغمال بنے۔ اس کے بعد کی کہانی دنیا کے سامنے ہے۔ اسرائیل نے درندگی، بے رحمی کے ریکارڈ توڑ کر انسانی تاریخ کی وہ قتل و غارت گری کی ہے جو درندوں کو شرما دے۔ دنیا دہل گئی۔ تمام مغربی ممالک کے عوام سال بھر ویک اینڈ، اپنی کمائیاں، اوقات، صلاحیتیں غزہ کے مظلوموں کی خاطر سڑکوں پر احتجاجوں میں کھپاتے رہے۔ اپنی حکومتوں کو جھنجوڑتے، عار دلاتے ہر حربہ استعمال کرتے رہے۔ مگر امریکہ اور بڑی طاقتوں، حکومتوں، بااثر شخصیتوں کے کان پر جوں نہ رینگی۔ سب سے حساس دردمند مغربی دنیا کے ذہین و فطین بلند پایہ یونیورسٹیوں کے طلبہ اور پروفیسر ثابت ہوئے جنہوں نے اپنی ڈگریوں، نوکریوں کے سہانے مستقبل داؤ پر لگا کر حق کی آواز بلند کی۔ پوری دنیا اسرائیل کے ناپسندیدہ ترین نعروں سے گونجتی رہی۔ کفنیہ دنیا بھر کی اوڑھنی بن گیا۔ فلسطینی جھنڈے نے پوری دنیا کو لہلہائے رکھا۔ پہاڑوں جیسی قربانیاں دیتے فلسطینی بھاری غموں کو بے مثل صبر و ثبات سے برداشت کرتے رہے۔ اسلامی اخوت، مسلم خاندانی نظام، قرآن نماز سے لازوال تعلق دنیا میں اسلام کا حقیقی تعارف بن گیا۔ مغربی نوجوان اسلام قبول کرنے لگے۔ مسلمان عورت کا باحیا لباس، پاکیزہ کردار، مسلم مہربان مرد، باپ، شوہر، نانا (خالد نبھان)، مغربی استحصالی مرد کے تناظر میں خواتین کو بہت کچھ سمجھا گیا۔ ہالی ووڈ، سیلیبریٹیاں بھی غزہ کو دل دے بیٹھیں۔ اس بے پناہ قربانی کے نتیجے میں 146 ممالک نے فلسطین کو آزاد ملک کی حیثیت سے تسلیم کر لیا۔ اگرچہ یہ حکومتوں کا منافقانہ طرزِ عمل سہی کیونکہ قتل و غارتگری رتی بھر کم نہ ہوئی۔ لبنان تک جا پہنچی۔ کھوکھلے الفاظ، جھوٹی سفارت کاری، برطانیہ میں ہر ہفتے 10 ہزار لوگ مظاہرے کرتے رہے۔ لاکھوں کے ضرب المثل مظاہرے ہوئے۔ حکومتی سطح پر، اسرائیل کی جنگ میں خون کی ندیاں کوئی نہ بہانے سے روک سکا۔ مگر کیوں....؟ جانتے تو سبھی بہت کچھ ہیں مگر: سب کہہ دو! کوئی کر گزرا۔ آپ کو حقائق بتا رہا ہے ایک ہندو مضمون نگار۔ اس سے پہلے غزہ 7 اکتوبر کے لیے وائٹ ہاؤس کے باہر ریلی میں امریکی چینل CBS کا ایک باضمیر صحافی میڈیا کی غلط بیانیوں کی تاب نہ لا کر خود کو آگ غم و غصے سے لگا بیٹھا۔ چلاتے ہوئے کہ: ''ہم غلط خبریں پھیلاتے ہیں۔'' اسے پولیس نے بچا لیا مگر ضمیر کی پکار بلند آہنگ تھی۔ اب حقائق دیکھیے زنجیت لال مدھاون، بھارتی رائٹر نے پردے کیسے چاک کیے۔ اعداد و شمار دیے ہیں۔

☆ گلوبل منشیات (ڈرگز) کا کاروبار 321 ارب ڈالر سالانہ ہے۔ ☆ دنیا بھر میں شراب کی فروخت 1600 ارب ڈالر سالانہ ہے۔ ☆ عالمی اسلحے کی تجارت 100 ارب ڈالر سالانہ۔ ☆ عورت کا جسم فروشی کاروبار سالانہ دنیا میں 400 ارب ڈالر ہے۔ ☆ جوئے کا کاروبار 110 ارب ڈالر سالانہ۔ ☆ سونے کا 100 ارب ڈالر سالانہ۔ ☆ کمپیوٹر گیمز بزنس 54 ارب ڈالر سالانہ۔۔۔ دنیا میں یہ سارا 2685 ارب ڈالر سالانہ کا کاروبار ہے اور اسلام اس سب کے خلاف ہے۔ اجازت نہیں دیتا! اس ساری بین الاقوامی تجارت میں بڑی انٹرنیشنل کمپنیوں کے سربراہ، جس کے پشت پناہ بڑے ملکوں کے صدور، حکومتیں اور جاسوسی ادارے ہیں۔ اگر دنیا اسلام اور اس کے قوانین کو قبول کر لے تو یہ ساری تجارت ماند، ٹھنڈی پڑ جائے گی۔ ہوٹل، عیاشی کے اڈے، تفریح گاہیں، سیاحتی کمپنیاں جو حسن فروشی پر چلتی ہیں بند ہو جائیں گی۔ اگر دنیا اسلامی اصول قبول کر لے کہ عورت کی برہنگی، اس کی بے حرمتی ہے۔ عورت کے شرف و تقدس کے منافی ہے تو دنیا کی نمائش گاہوں میں جنسِ ارزاں بنا اس کا جسم نہ بک سکے گا۔ مافیا کا 100 ارب ڈالر ڈوب جائے گا! سو یہ تمام اسلامی قوانین گلوبل تجارت کے خلاف اعلانِ جنگ کے مترادف ہے۔ ان کا دیوالیہ پٹ جائے گا۔ (اسی کی خاطر ملا عمر کا شریعت پر کاربند افغانستان ناقابلِ قبول تھا!)

اس گلوبل مافیا نے گلوبل میڈیا خرید رکھا ہے۔ میڈیا اس کا اہم ترین ہتھیار ہے۔ اسلام کو بگاڑنے اور اس پر دہشت گردی کا لیبل لگانے کو اس پر کتنی ہی فلمیں بنا

ڈالیں۔ اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کو ڈراما، فلم انڈسٹری نے بھاری کام کیا ہے۔ بش نے علی الاعلان کہا تھا۔ 'ہمیں اسلام کا چہرہ بدل دینا ہے۔' یہیں سے اسلاموفوبیا پھوٹا۔ اسرائیل کی وحشت و دہشت انگیز کارروائیاں، نارنجی بی جے پی کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام نہ دہشت گردی بنا نہ انتہا پسندی! یہ میڈیا کا کمال ہے۔ انہوں نے کچھ مسلمانوں کو بھی خرید رکھا ہے۔ اسلام کے خلاف نفرت انگیزی پھیلانے کو۔ انہوں نے کتنی مہارت سے تمہیں اللہ سے دور کر دیا۔ تمہیں یقین دلا دیا کہ اسلام دہشت گردی ہے! گلوبل تجارت کی بقا کے لیے اسلام کے خلاف وہ جنگ لڑتے رہیں گے۔ اور بہت تھوڑے رہ جائیں جو یہ ایمان رکھیں گے کہ اسلام ہی سچا دین ہے!

مسلم دنیا پر غزہ کے سلسلے میں چھایا سناٹا، ماسوا گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے والے بیانات اور کبھی کبھار کے مظاہرے درج بالا حقائق کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہم ذہنی غلام بن چکے معاشی، سیاسی غلامی کے ہاتھوں۔ جو مسلمان چیل کوؤں کو بطور صدقہ گوشت ڈالتے ہیں۔ (حتیٰ کہ جنات کو بھی بغرضِ جادو!) حرم کے کبوتروں کو بصد اہتمام دانہ بھیجتے ہیں۔ حرمِ اقصیٰ کے بھوکے جان بلب بچوں پر پتھر دل بنے بیٹھے ہیں۔ بھوکی معصوم بچیاں جو بھوک سے پتے منہ میں ڈالتی ہیں۔ چبانے کی کوشش میں کڑواہٹ پر رو دیتی ہیں۔ امت دیوانی ہو کر نہیں اٹھتی۔ کلیجے اپنے پیاروں، اللہ کے پیاروں، حرم کے مقدس محافظوں کی تکالیف پر شق نہیں ہوتے! 7اکتوبر، آہ! 7اکتوبر۔ افغانستان پر بے حس ہوئے تھے تو عین 8اکتوبر 2005ء میں ہم زلزلے میں ہلا مارے گئے تھے۔ پناہ بخدا۔ اللہ ہمیں ایمان اور مہلت دے۔

ملکی حالات خون کے آنسو رلانے والے ہیں۔ اسرائیل سے تھپکی اور شاباش پانے والے، بھارتی وزیر جے شنکر کو بلا کر دھرنوں کا تماشا دکھانے کا شوق رکھنے والے! ملک کو شنگھائی کانفرنس سے محروم کرنے کے لیے اینٹ سے اینٹ بجا ڈالنے والے، آخر کرنا کیا چاہتے ہیں؟ عوام جناتی سحر کے اسیر لگتے ہیں! غزہ سے بے نیاز ان کے ایک دن کا طوفان ملک کو 154 ملین کا سرکاری املاک کا نقصان، مزید کاروبارِ زندگی کی معطلی کی بھاری قیمت و عوام کو تکلیف! پولیس والے کی جان بھی گئی۔ ملکی معیشت سے کھلواڑ ہو رہا ہے۔ عدلیہ خوب تھپک رہی ہے۔ سبحان اللہ!

❁❁❁

پریس ریلیز 11 اکتوبر 2024ء

مبارک ثانی قادیانی ریویو پٹیشن کا تفصیلی فیصلہ ملک میں قادیانی فتنہ کی بیخ کنی کے حوالے سے اہم سنگِ میل ہے

سپریم کورٹ کا شریعت اپیلٹ بینچ سود اور ٹرانسجینڈر ایکٹ کے حوالے سے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کو جلد از جلد نمٹائے

شجاع الدین شیخ

مبارک ثانی قادیانی ریویو پٹیشن کا تفصیلی فیصلہ ملک میں قادیانی فتنہ کی بیخ کنی کے حوالے سے اہم سنگِ میل ہے۔ سپریم کورٹ کا شریعت اپیلٹ بینچ سود اور ٹرانسجینڈر ایکٹ کے حوالے سے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کو جلد از جلد نمٹائے۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ 23 اگست 2024ء پاکستان کی عدالتی تاریخ میں ایک روشن دن کے طور پر یاد رکھا جائے گا جب چیف جسٹس کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے 3 رکنی بینچ نے اپنے 6 فروری اور 27 جولائی 2024ء کے فیصلوں میں شرعی، آئینی اور قانونی اسقام کو تسلیم کرتے ہوئے رجوع کیا اور اپنے گزشتہ دونوں فیصلوں کو کالعدم قرار دیتے ہوئے مبارک ثانی قادیانی کی اپیل کو خارج کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دینی جماعتوں، علماء کرام، ملک بھر کے وکلاء اور بار ایسوسی ایشنز، پارلیمان میں موجود عوامی نمائندگان، شعبہ صحافت سے متعلق افراد اور عوام الناس نے اس اہم دینی ذمہ داری کو انجام دینے کے لیے انتہائی تندہی سے جدوجہد کی اور بلا مبالغہ ملک میں ایک مؤثر اور پُرامن تحریک کا سا سماں باندھ دیا گیا۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ فتنہ قادیانیت کے خلاف اس تاریخی فتح کے بعد اب ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کے آئین اور قانون میں موجود تمام غیر اسلامی شقوں کے خاتمہ کے لیے متحد ہو کر جدوجہد کا آغاز کیا جائے۔ اُنہوں نے چیف جسٹس کو توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کے سود اور ٹرانسجینڈر ایکٹ کے خلاف فیصلوں پر ابھی تک عمل درآمد نہیں کیا جا سکا کیونکہ ان کے خلاف اپیلیں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ میں دائر ہیں۔ اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ سپریم کورٹ کا شریعت اپیلٹ بینچ جس کی سربراہی چیف جسٹس صاحب خود کرتے ہیں وہ ان اپیلوں کی فوری سماعت کر کے انہیں دینی تعلیمات اور آئین پاکستان کے مطابق نمٹائے تاکہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے مسلسل بغاوت کے باعث جس نحوست نے ملک کو گھیر رکھا ہے اُس کا خاتمہ ہو اور پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف عملی قدم اُٹھایا جا سکے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابتداءً وفاقی شرعی عدالت 1991ء میں اور بعد میں شریعت اپیلیٹ بینچ 1999ء میں ٹھوس دلائل سامنے آنے پر یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ سود کے اطلاق کے حوالے سے صرفی اور پیداواری قرضوں میں فرق کرنا درست نہیں ہے اور یہ کہ بینکوں کی طرف سے پیداواری اور تجارتی مقاصد کے لیے دیے جانے والے قرضوں پر حاصل ہونے والے سود پر ''الربو'' کا اطلاق ہوتا ہے' اور ہم دونوں معزز عدالتوں کی طرف سے کیے گئے فیصلوں کے ان اجزاء سے مکمل موافقت اختیار کرتے ہیں۔ شریعت اپیلیٹ بینچ کے فیصلے کے یہ اجزاء PLD کے مندرجہ ذیل صفحات پر درج ہیں:

1. Judgement of justice Khalil Ur Rehman PLD page No: 127 to 140 (Publisher: Shariah Academy International Islamic University Islamabad)

2. Judgement of Justice Mufti Muhammad Taqi Usmani Sb PLD page No: 667to 681)Publisher: Malik Muhammad Saeed Pakistan Educational Press, Lahore.) (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 902 دن گزر چکے!

صحبتِ صالح ترا صالح کند

سجاد سرور، معاون شعبہ تعلیم و تربیت

صحبت کے اثر سے کسی کو انکار نہیں، یہ حقیقت ہے کہ اچھوں کی صحبت سے انسان اچھا بنتا ہے اور بروں کی صحبت سے برا، فارسی مثل مشہور ہے:

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

یعنی صالح اور نیک لوگوں کی صحبت تجھے نیک بنائے گی اور برے افراد کی ہم نشینی، ان کے ساتھ میل جول سے تم میں برے اور ناپاک خیالات جنم لیں گے، تمہاری روش اور چال چلن خراب ہو جائے گا۔

بقول شیخ سعدی ''کبوتر با کبوتر و باز با باز''

اور ؎

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ
حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تیری رہے بے داغ
(اقبال)

انسان انس سے بنا ہے اور مل جل کر رہنا انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ انسان جب اکٹھے رہتے ہیں تو ایک دوسرے کو متاثر بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو مختلف ذہنی و جسمانی ساخت و استعداد عطا کی ہیں۔ ایک انسان فکر و عقیدہ اور اخلاق و اعمال میں دوسرے انسانوں کو متاثر کرتا ہے یا ان سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر انسان ہم خیال لوگوں کے ساتھ رہے گا تو فکری و ذہنی انتشار سے محفوظ رہے گا، اس کے خیالات کج نہیں ہوں گے۔ لیکن باطل فکر اور خیالات کے حامل لوگوں کی مجلس اس کے ذہن میں شکوک و شبہات پیدا کرے گی اور برے اخلاق و کردار کے مالک لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا اس کے اخلاق و کردار کو متاثر کرے گا۔

صحبت صادقین کے لیے قرآن کی رہنمائی

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں اہل ایمان کو سچے لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾﴾ (التوبۃ) ''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کی معیت اختیار کرو۔''

قرآن مجید میں صادقین و صالحین کی علامات

درج ذیل آیات میں صادقین کی علامات بیان کی گئی ہیں:

''پورے مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لائے، پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستے میں محنت اٹھائی یہ لوگ ہیں سچے۔'' (الحجرات:15)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: صادقین وہ ہیں جو اپنے ایمان میں سچے ثابت ہوئے اور جو اللہ و رسول ﷺ سے اطاعت پر معاہدہ کیا ہے، اس میں سچے ثابت ہوں۔ (روح المعانی، ج:6،ص:45)

سورۃ البقرۃ آیت : 177 میں اللہ تعالیٰ نے صادقین کی صفات بیان کی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''نیکی یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو بلکہ نیکی تو اس کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر اور وہ خرچ کرے مال اس کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں پر اور گردنوں کے چھڑانے میں اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب کوئی عہد کر لیں اور خاص طور پر صبر کرنے والے فقر و فاقہ میں، تکالیف میں اور جنگ کی حالت میں یہ ہیں وہ لوگ جو سچے ہیں اور یہی حقیقت میں متقی ہیں۔''

اس آیتِ مبارکہ کو آیۃ البر کا نام دیا گیا ہے، اس میں نیکی کی حقیقت اور نیکی کے مظاہر بیان فرمائے گئے ہیں۔ جو انسان اس آیت میں بیان کیے گئے معیار پر پورا اترے وہی حقیقت میں نیک اور سچا ہے۔ ''نیکی کی جڑ اور بنیاد ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان یعنی نیکی صرف اللہ کے لیے اور آخرت پر ایمان یعنی نیکی کا اجر صرف آخرت میں مطلوب ہو، اور رسالت پر ایمان یعنی نیکی کے لیے نمونہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ اس کے بعد نیکی کے مظاہر میں انسانی ہمدردی ہے، اگر یہ نہیں ہے تو نیکی کا وجود نہیں ہے۔ عبادات کے انبار لگے ہوں مگر دل میں شقاوت ہو، انسان کو حاجت میں دیکھ کر دل نہ پسیجے، کسی کو تکلیف میں دیکھ کر تجوری کی طرف ہاتھ نہ بڑھے، حالانکہ تجوری میں مال موجود ہو، تو یہ طرزِ عمل دین کی روح سے بالکل خالی ہے۔ سورۃ آل عمران آیت 92 میں الفاظ آئے ہیں: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ﴾ ''تم نیکی کے مقام کو پہنچ ہی نہیں سکتے جب تک کہ خرچ نہ کرو اس میں سے جو تمہیں محبوب ہے۔'' پھر نماز اور زکوٰۃ کا ذکر آیا تاکہ ایمان تازہ رہے، پھر ایفائے عہد کا ذکر آیا اور آخر میں راہِ حق میں آنے والی مصیبتوں کو برداشت کرنا اور میدان کارزار میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کا مقابلہ صبر کے ساتھ کرنا یہ صادقین کی صفات ہیں۔''
(البقرۃ: 177، ماخوذ: بیان القرآن، از ڈاکٹر اسرار احمدؒ)

ہمیں بھی مندرجہ بالا جامع صفات کے حامل صادقین کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب بندوں میں سے ایک طبقہ صالحین کا ہے۔ صالحین کے نام سے ظاہر ہے کہ ان افراد کی زندگی اعمالِ صالحہ سے عبارت ہوتی ہے۔ وہ بطورِ عادت خواہشاتِ نفس کی بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''اور جو کوئی اطاعت کرے گا اللہ کی اور رسول ﷺ کی تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں معیت حاصل ہوگی اُن کی جن پر اللہ کا انعام ہوا یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور کیا ہی اچھے ہیں یہ لوگ رفاقت کے لیے۔'' (النساء:69)

علامہ رازیؒ نے تفسیرِ کبیر میں صالحین کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ شخص جو اپنے عقائد و اعمال کے لحاظ سے درستگی پر (یعنی اس کا عقیدہ اور عمل ٹھیک) ہو۔

تفسیر عثمانی میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ صالح اور نیک بخت وہ ہیں کہ جن کی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے، اور بری باتوں سے اپنے نفس اور بدن کی اصلاح اور صفائی کر چکے ہیں۔

دوست کس کو بنائیں؟

دوست بنانے میں انسان بعض دفعہ غلطی کر لیتا ہے۔ بقول شاعر ؎ ''دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا''

نبی کریم ﷺ نے دوست بنانے میں احتیاط کی تلقین کی ہے۔ کیونکہ آدمی دوست کی عادتوں اور طرز زندگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا'' آدمی اپنے دوست کے دین (طریقہ) پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔'' (امام ابوداؤد و ترمذی)

دوست کی صحبت سے انسان کس طرح متاثر ہوتا

ہے نبی کریم ﷺ نے اس کی مثال یوں بیان فرمائی ہے:
''نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن میں سے ایک کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری اٹھانے والا تجھے مفت خوشبو دے گا یا تو اس سے خرید لے گا ورنہ کم از کم تو اس کی خوشبو اور مہک تو سونگھ ہی لے گا اور بھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا اس کا بدبودار دھواں تجھے تنگ کرے گا۔'' (رواہ المسلم)

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے:
''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: صرف مومن کی صحبت اختیار کرو اور تیرا کھانا متقی کے سوا کوئی نہ کھائے۔'' (الترمذی)

صحبت صالح کیسے حاصل ہو؟

حضرت حسن بصری ؒ فرماتے ہیں: ''اگر تم میں سے کسی کا ارادہ صادقین کی معیت وصحبت اختیار کرنے کا ہو تو دو کام کرو، تم کو صادقین کی معیت نصیب ہو جائے گی۔ 1:- دنیا میں رہ کر زہد اختیار کرو، 2:- اہلِ دنیا سے اپنے آپ کو بچاتے رہو۔'' (ابن کثیر، ج:4، ص:399)

صحابہ کرام ؓ نبی کریم ﷺ کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ ﷺ کی صحبت نے ان کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا۔ ان کے دن رات بدل گئے ان کی مجلسیں بدل گئیں، اخلاق بدل گئے۔ اس دنیا کے بارے میں ان کا نظریہ بدل گیا ان کو زندگی سے زیادہ موت عزیز ہوگئی، دنیا کے مقابلے میں آخرت ان کی ترجیح بن گئی۔

آج جس ماحول میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور جو آلات ہمارے زیرِ استعمال ہیں خاص طور پر انٹرنیٹ اور موبائل کی بدولت جو مواصلات میں انقلاب آیا اس نے انسان کے فکر وعمل کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ سوشل میڈیا پر گمراہ کن نظریات کی بھرمار ہے۔ الحاد و مادہ پرستی کے علمبردار عوام الناس خاص طور پر نوجوان نسل کو شکار کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بے حیائی اور فحاشی پر مبنی اخلاق سوز ویڈیوز عام ہیں۔ سوشل میڈیا کی بھی ایک صحبت ہے۔ جس طرح برے دوستوں کی مجلس کے اثرات انسان پر مرتب ہوتے ہیں اسی طرح سوشل میڈیا بھی انسان کو متاثر کرتا ہے۔

اپنی فکری اور عملی واخلاقی تعمیر کے لیے ہمیں اچھی صحبت کی ضرورت ہے۔ اہلِ علم کی مجلس، نیک ومتقی لوگوں کی صحبت، درسِ قرآن کی مجالس میں باقاعدگی سے شرکت، دروسِ حدیث میں شرکت، دینی مجالس میں شرکت، صحبت صالح کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ہم نظریہ و ہم فکر لوگوں سے میل ملاقات بھی اس کا ذریعہ ہے۔ پھر ایسی کتابیں جن میں نبی کریم ﷺ کے شمائل وسیرت اور صحابہ کرام ؓ کی سیرت کا بیان کیا گیا ہے ان کے مطالعے سے بھی انسان کے ایمان وعمل میں اضافہ ہوتا ہے۔

نیک لوگوں سے ملاقات کو جانا اتنا اہم اور محبت افزا ہے کہ احادیث میں خود اس عمل کو باعثِ ثواب بتایا گیا ہے۔

سیدنا معاذ بن جبل ؓ سے روایت کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ فرماتے ہیں:
''میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو باہم میری وجہ سے محبت کرتے ہیں، اور میری وجہ سے باہم مل بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں اور میری وجہ سے باہم ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔'' (موطا امام مالک)

صحابہ کرام ؓ باہمی ملاقات کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں: ''ہم جب اپنے کسی بھائی کو غائب پاتے تھے تو ہم اس کے پاس آتے تھے اور وہ ایسے کہ اگر خدانخواستہ وہ بیمار ہوتا تھا تو اس کی عیادت کے لیے اور اگر وہ کسی کام میں مصروف ہوتا تو اس کی مدد کے لیے اور اگر ان میں سے کوئی بات نہ ہوتی تو ویسے ہی اس کی ملاقات کو آجاتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ کو اپنے بھائی اور دوست کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''پس اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کو جاؤ اگر اسے کوئی ضرورت لاحق ہو تو اس کی مدد کرو اور اگر کہیں وہ باہر گیا ہو تو اس کے اہل وعیال کا خیال رکھو۔'' ❁❁

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی نیو ملتان کے مبتدی رفیق جناب محمد اظہر نعیم ملتان کارڈیالوجی ہسپتال میں داخل ہیں، ان کو ڈاکٹروں نے دل کا سٹنٹ ڈالا ہے۔
برائے بیمار پرسی: 0300-7358076

اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی بیماروں کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو، لاہور (حلقہ لاہور شرقی)'' میں
19 تا 25 اکتوبر 2024ء (بروز ہفتہ بعد نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں: ☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ
زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

25 تا 27 اکتوبر 2024ء (بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔ ☆ اسلام کا انقلابی منشور (سماجی سطح پر)
زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4152275 / 042-36293939

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

اخبارِ اسلام

(رواں ہفتے کے دوران مسلم دنیا سے متعلق اہم خبریں)

غزہ: اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- طوفان الاقصیٰ کے ایک سال مکمل ہونے کے موقع پر دنیا بھر میں یکجہتی کا اظہار کرنے کے لیے ریلیاں اور تقریبات منعقد کی گئیں۔ امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ نے اپنے ویڈیو پیغام میں غزہ اور فلسطین کی موجودہ صورتحال پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اہل غزہ کی عظیم قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا، جو اپنی سرزمین اور مقدسات کے دفاع میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے مسلم حکمرانوں کی بے حسی اور امت کی غفلت پر غم و غصہ کا اظہار کیا اور کہا کہ مسلم ممالک اپنی مشترکہ دینی ذمہ داریوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ پاکستان بھر میں ہر مکتب فکر اور شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے اس موقع پر ریلیوں اور تقریبات میں فلسطین کے مسلمانوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔ خاص طور پر اس بات پر زور دیا گیا کہ اُن تمام اشیاء کا بائیکاٹ کریں جن کی فروخت سے حاصل ہونے والا منافع فلسطینی مسلمانوں کو شہید کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسرائیل کو انسانیت کے خلاف جرائم اور نسل کشی کے باعث پوری دنیا میں عوامی سطح پر تنہائی کا سامنا ہے۔ اقصیٰ کی پکار کانفرنس میں پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے جید علماء اور مختلف مذہبی جماعتوں کے سربراہان نے ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر زنجیر کی صورت میں دشمنوں کو اتحاد کا یہ پیغام دے دیا کہ اہلِ فلسطین پر صہیونی ظلم کے خلاف ہم سب ایک ہیں۔ لندن اور نیویارک سمیت مغربی ممالک کے کئی شہروں میں بھی فلسطینیوں پر اسرائیلی درندگی کے خلاف مظاہرے کیے گئے۔
- ایرانی حملے کے بعد اسرائیل نے اپنے متاثرہ فوجی اڈوں سے میڈیا کو رسائی اور رپورٹنگ پر پابندی لگادی ہے۔ نقصان کی خبروں اور تجزیوں سے بھی روک دیا گیا۔
- حماس کے رہنما باسم نعیم نے ایک خصوصی انٹرویو میں کہا کہ 7 اکتوبر 2023 کو اسرائیل پر حملے کرنے کا ہمارا اقدام فلسطین کے بچاؤ اور دفاع کا اقدام تھا اور ہمارے پاس اس کے سوا کوئی اور آپشن نہیں تھا کہ ہم فلسطینی تنازعہ کے اُس نام نہاد سفارتی حل کو ہرگز قبول نہ کریں جو فلسطین اور فلسطینیوں کی آزادی کو غصب کرنے کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ فلسطینیوں کی ہر نسل اپنی آزادی اور عظمت کے لیے لڑنے کو تیار رہے گی۔
- اسرائیل کی طرف سے حماس کے سربراہ یحییٰ سنوار کو قتل کی کھلی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ حالیہ دنوں میں اسرائیل نے غزہ میں فلائرز گرائے ہیں، جن پر لکھا ہوا تھا کہ حماس کے رہنما یحییٰ سنوار کی تقدیر بھی حماس اور حزب اللہ کے سربراہوں جیسی ہوگی۔ غزہ میں پیدا ہونے والے یحییٰ سنوار نے ایک چوتھائی صدی اسرائیل میں عمر قید کی سزا کاٹی ہے۔ ان کو 80 کی دہائی میں اسرائیلی فوجیوں اور مشتبہ فلسطینی مخبروں کے قتل کی منصوبہ بندی کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- سعودی عرب

عمرہ کے لیے 4 گھنٹے قبل مکہ میں داخل ہوں: وزارت حج نے کہا ہے کہ معتمرین عمرہ پرمٹ پر درج وقت مقررہ سے 4 گھنٹے قبل مکہ مکرمہ میں داخل ہوں اگر اندیشہ ہو کہ وقت پر نہیں پہنچ سکتے تو پہلا پرمٹ کینسل کرا کے نیا بنوالیں، ڈیجیٹل ایپ سے وقت کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ اس کا مقصد عمرہ مناسک کی ادائیگی میں سہولت ہے۔

موسیقی کی تعلیم کے لیے 9 ہزار خواتین ٹیچرز کی تربیت: وزارت ثقافت میں پلاننگ ڈائریکٹر نورالدباغ کا کہنا ہے کہ مملکت میں نظام تعلیم میں بڑی تبدیلیاں کی جا رہی ہیں۔ پرائمری کلاسوں سے موسیقی کی تعلیم کو نصاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے 9 ہزار سے زائد خواتین اساتذہ کی تربیت کی جا رہی ہے جو نرسری اور پرائمری کلاسوں میں موسیقی کی تعلیم دیں گی۔

- ترکیہ

اسرائیل کو غزہ میں نسل کشی کی قیمت چکانا ہوگی: صدر رجب طیب اردگان کا کہنا ہے کہ اسرائیل کو غزہ میں نسل کشی کی قیمت چکانا ہوگی۔ اسرائیل کے بڑھتے مظالم روکنے کے لیے ماضی میں جس طرح ہٹلر کو روکا گیا تھا اسی طرح نیتن یاہو کو روکنا ہوگا۔ فلسطینیوں کی نسل کشی کا حساب لینے تک امن قائم نہیں ہوگا۔

- بنگلہ دیش

اصلاحات سے قبل الیکشن نہیں ہوں گے: عبوری حکومت کے سربراہ محمد یونس نے عام انتخابات کی مدت کے حوالے سے مقررہ وقت دینے سے انکار کرتے ہوئے ملک میں اصلاحات کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اصلاحات سے قبل الیکشن کرانا غلط فیصلہ ہوگا کیونکہ انہیں ورثے میں مکمل تباہ حال سسٹم ملا ہے جسے مستقبل میں آمریت کی طرف واپسی سے بچانے کے لیے جامع تبدیلی کی ضرورت ہے۔

- ایران

اسرائیل پر حملہ کرنے والے جنرل کو اعزاز: مسلح افواج کے کمانڈر انچیف آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی ایرو اسپیس فورس کے کمانڈر بریگیڈیئر جنرل امیر علی حاجی زادہ کو ایک خصوصی تقریب میں ایران کا اعلیٰ ترین عسکری اعزاز 'نشانِ فتح' سے نوازا ہے۔ یہ تمغہ آپریشن 'True Promise' کے تحت اسرائیل پر 200 سے زائد بیلسٹک میزائل سے حملے کرنے پر دیا گیا ہے۔

- اسرائیل

بینک آف اسرائیل اور اسرائیلی وزارت خزانہ کی رپورٹ کے مطابق 7 اکتوبر 2023ء سے 30 مارچ 2024ء تک اسرائیلی جنگی اخراجات کی کل لاگت 270 بلین شیکلز (73 ارب ڈالر) تک پہنچ چکی تھی۔ غزہ پر بمباری کے لیے اسرائیل اوسطاً 427 ملین ڈالر یومیہ خرچ کر رہا تھا۔ دوسری طرف گزشتہ 12 مہینوں کے دوران اسرائیل کا بجٹ خسارہ 117.3 بلین شیکل (31.7 بلین ڈالر) کی نئی ریکارڈ حد تک پہنچ گیا ہے جو ناجائز صہیونی ریاست کی تاریخ میں سب سے زیادہ ہے۔ غزہ کی پٹی گولہ بارود بنانے اور فراہم کرنے والوں کے لیے ''ٹیسٹنگ لیبارٹری'' بن چکی ہے۔ 2013ء اور 2023ء کے درمیان، اسرائیل کو منتقل کیے گئے کئی سو ارب ڈالر کے بڑے ہتھیاروں میں امریکہ کا حصہ 65.6%، جرمنی 29.7%، اور اٹلی 4.7% تھا، باقی 10% دیگر ممالک نے سپلائی کیے۔

many conflicts and important developments in contemporary global politics. Huntington, therefore, advised states against military interventions in the heartland of an alien civilization. The US invasion of Afghanistan and its attempt to impose a puppet government and Western cultural values on its people, which predictably led to opposition by local and regional Islamist forces, were therefore doomed to failure.

Unfortunately, Pakistan had made its own share of mistakes in dealing with Afghanistan during the 1990s. The success of the Afghan jihad in the 1980s, which led to the Soviet military withdrawal from Afghanistan in February 1989 and the overthrow of the Soviet-installed Najibullah government in April 1992, presented Pakistan with a golden opportunity to strengthen stability in Afghanistan and develop mutually beneficial cooperation. Unfortunately, both Pakistan and Iran ignored Afghan history which cautioned against attempts to dominate Afghanistan.

Initially, it was Iran that, through support to the Northern Alliance against the Taliban who were enjoying Pakistan's support, tried to have its sway in Afghanistan. After the capture of Kabul by the Taliban in 1996, it was Pakistan that failed to coordinate its Afghanistan policy with Iran and sought dominant influence in it through support to the Afghan Taliban. In the process, it alienated the Northern Alliance and its supporters besides damaging its relations with Iran. After 9/11, Pakistan under US pressure reversed its position by turning against the Afghan Taliban.

Consequently, by August 2021, when the Americans withdrew from Afghanistan, Pakistan had been left with few friends in the country besides having the problem of the TTP to deal with. It is not surprising that India – in pursuance of its hegemonic designs in South Asia – has been busy filling the vacuum created by the loss of political support for Pakistan in Afghanistan and is actively supporting the TTP's terrorist activities in Pakistan. Pakistan needs to chart its Afghanistan policy keeping in view the history of this important neighbor, and our own vital strategic, economic and cultural interests. We should develop political, economic and cultural cooperation with the current government in Afghanistan, build bridges of understanding with other political forces in the country, and strengthen cultural links with various Afghan ethnic communities. We should do so consistently without any interference in Afghanistan's internal affairs, despite the Afghan Taliban's obscurantism and retrogressive policies. It is the business of the Afghan people, not ours, to determine Afghanistan's internal policies and governing system. We should also coordinate our Afghan policy with Afghanistan's other neighbors especially Iran, China, Tajikistan, Uzbekistan, and Turkmenistan as well as Russia to avoid the mistakes of the 1990s.

As for the issue of TTP bases in Afghanistan, it would be preferable to engage the present Afghan government in a high-level dialogue to prevent the use of Afghan territory for any terrorist activities in Pakistan. While we should firmly defend Pakistan's territorial integrity, we should banish the idea of any cross-border military adventurism in Afghanistan which will further complicate our position vis-a-vis the Afghan Taliban and the region.

As the experience of the American military intervention in Afghanistan shows, it would be better to deal with such issues politically rather than by military means. The resolution of the terror problem within Pakistan would require firmness in stopping terrorist activities combined with an offer of talks within the framework of Pakistan's constitution to meet any legitimate demands.

Courtesy:*https://www.thenews.com.pk/print/1232233-lessons-from-afghanistan*

Note: ***The writer is a retired ambassador and author of 'Pakistan and a World in Disorder – A Grand Strategy for the Twenty-First Century'. He can be reached at: javid.husain@gmail.com***

Note: ***The editorial board of Nida-e-Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article.***

Lessons from Afghanistan

Taliban re-established their rule in country following their dramatic entry into Kabul on August 15, 2021

By Javid Husain

In an earlier article on these pages ('How America lost in Afghanistan', The News International, August 22, 2024), I had pointed out that after the longest American war lasting two decades, there was little to show in terms of American achievements in Afghanistan.

The Afghan Taliban, who had been driven out of power after the US invasion in the aftermath of 9/11, re-established their rule in the country following their dramatic entry into Kabul on August 15, 2021. The Afghan regime, which had been established after the Bonn Conference in December 2001 through the force of American arms, collapsed like a house of cards proving that it was an artificial political construct imposed on the people of Afghanistan.

In an article, titled 'What was the Biden Doctrine?', in the Foreign Affairs issue of September-October 2024, Jessica Mathews points out: "The stark truth was that the United States had lost the war (in Afghanistan) long before August 2021. But defeats are easier to forget than to absorb." At their peak, the US had about 100,000 troops in Afghanistan in addition to about 30,000 troops from its Nato allies. During the two-decade-long war in Afghanistan, 2,461 Americans were killed and 20,744 were injured. By the time, the US military withdrawal from Afghanistan took place, it had spent over $2 trillion on the fighting in Afghanistan – equivalent to $300 million a day.

When the Trump administration signed the agreement with the Afghan Taliban on February 29, 2020 for the withdrawal of US troops, the Taliban-led resistance had broken the back of the American resolve to maintain a puppet government in Kabul, which had already lost control over most of the country barring a few major cities.

The US did succeed in decimating Al Qaeda in Afghanistan but besides that, it had little to show for its two-decade-long military misadventure in Afghanistan. The fact that the withdrawal agreement was signed under the Trump administration and implemented by the Biden administration showed bipartisan support for it and the evaporation of the American public support for continued fighting in Afghanistan. The undeniable reality, therefore, was that the US withdrew from the country only when the resistance led by the Afghan Taliban forced it to do so because of mounting casualties and costs.

The American strategic debacle in Afghanistan carries important lessons that our policymakers can ignore only at their peril. Perhaps the most important lesson is that, while it may appear easy to invade and conquer Afghanistan, it is much more difficult and almost hopeless to maintain for long the foreign occupation of Afghanistan or impose a puppet government on the fiercely independent Afghan people indefinitely. It was for this reason that Harold Macmillan, a former British prime minister, had advised that the first rule of politics is: "Don't invade Afghanistan". ('Cables from Kabul', by Sherard Cowper-Coles). The validity of this advice was borne out earlier also by the failed Soviet attempt to invade and control Afghanistan during the cold-war era.

The US military occupation of Afghanistan was also a violation of the advice given by Professor Huntington in his widely acclaimed but controversial book, 'The Clash of Civilizations and the Remaking of the World Order' published in 1996. There is considerable validity in his thesis that cultural self-identity which leads to identifying 'others' as enemies is a powerful force in explaining

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.40

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore